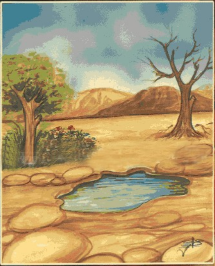
حضرت ایوب علیہ السلام



اسلم راہی ایم اے

حضرت ایوب علیہ السلام

اسلم راہی ایم اے

نام کتاب	حضرت ایوب علیہ السلام
تحریر	اسلم راہی ایم اے
ناشر	شمع بک ایجنسی
پرنٹر	برکت اینڈ سنز
سن اشاعت	2011ء
قیمت	30/- روپے

شمع بک ایجنسی
نوید اسکوائر اردو بازار کراچی
Ph:32773302

عرض ناشر

ادارہ شمع بک ایجنسی کی عرصہ دراز سے یہ کوشش تھی کہ تاریخ پر چھوٹی چھوٹی اور مختصر کتابیں شائع کی جائیں۔ جن سے بچے، بوڑھے اور جوان سب ہی استفادہ حاصل کر سکیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ تاریخ پر قلم کس سے اٹھانے کو کہا جائے کیونکہ ہمارے ہاں تاریخ کے نام پر کچھ ایسی کتب ملتی ہیں جن میں سرے سے تاریخ نام کی کوئی چیز نہیں، بس قصے کہانیاں یا رومانس بھر دیا گیا ہے۔

ادارہ کی نظر مشہور و معروف تاریخ داں اسلم راہی صاحب پر پڑی اور ہم نے ان سے رابطہ کیا اور مشہور و معروف مسلمان و غیر مسلم تاریخی شخصیات پر قلم اٹھانے کو کہا۔ وہ جلد ہی راضی ہو گئے اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ ہم نے قوم کو تاریخ کا اصل چہرہ دکھایا ہے اور تاریخ کو تاریخ ہی پیش کیا ہے۔ نا کہ من گھڑت قصے کہانیاں۔

ہمارے ادارے نے تقریباً 100 کے قریب تاریخی شخصیات پر کتب شائع کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ ان میں مشہور و معروف جلیل القدر سپہ سالار، بادشاہ، جرنیل، فاتح وغیرہ شامل ہیں اور ایسی غیر مسلم شخصیات کو بھی لیا گیا ہے جن کے بغیر تاریخ نامکمل ہے۔ ان میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہیں جنہیں پہلی بار کتابی صورت میں شائع کرنے کا اعزاز ہمارے ادارے کو حاصل ہو رہا ہے۔ مشہور و معروف شخصیات مثلاً صلاح الدین ایوبی، حیدر علی، ٹیپو سلطان، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، نور الدین زنگی، محمود غزنوی، موسیٰ بن نصیر، الپ ارسلان، ملک شاہ سلجوقی، عماد الدین زنگی، خیر الدین باربروسا وغیرہ اس کے علاوہ چنگیز خان، ہلاکو

خان، ہیلن آف ٹرائے، نپولین بوناپارٹ، سکندر اعظم، ہٹلر وغیرہ جیسی شخصیات کو بھی شامل کیا ہے۔ ہمارے اس تاریخی سلسلے کی فہرست کافی طویل ہے۔

ہمارے ادارے نے وطن عزیز کے طالب علموں کو تاریخ کی طرف لانے کی جو کوشش کی ہے اس میں ہمیں آپ کے تعاون کی سخت ضرورت ہے اور ساتھ ہی ہم حکومت پاکستان سے بھی یہ گزارش کریں گے کہ وہ اس تاریخی سلسلے کو اسکولوں اور کالجوں کی سطح پر سلیبس کے طور پر شامل کرے۔

اسلم راہی صاحب کے خیالات سے آپ اختلاف تو کر سکتے ہیں مگر انکار نہیں۔ اختلاف کرنا ہر آدمی کا حق ہے اور ضروری نہیں کہ ہمارا ادارہ بھی مصنف کے تمام خیالات سے متفق ہو۔

مگر مصنف نے جس طرح تاریخ کو کھنگال کر مختصر صفحات میں پیش کیا ہے۔ اس کے لئے یہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ہم تاریخ سے منہ نہیں موڑ سکتے ہمیں تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ خدا کرے کہ ہم میں پھر صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، حیدر علی، ٹیپو سلطان اور نور الدین زنگی جیسی شخصیات جنم لیں۔ جو قومیں تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتیں، جو قومیں تاریخ کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں، جو قومیں تاریخ کو گزرا ہوا کل کہہ کر رد کر دیتی ہیں۔ وہ قومیں کبھی ترقی نہیں کرتیں۔ تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ آیئے ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خالد علی

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں مختلف جگہ پر کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان پر آزمائش اور امتحان کا ایک سخت وقت اور مصائب اور ابتلاء نے انہیں چار جانب سے گھیر لیا مگر وہ صبر و شکر کے سوائے حرف شکایت تک زبان پر نہ لاتے اور آخر کار ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا۔ مصائب اور تکلیف و دکھ کے بادل دور کر کے ان کو فضل عطا بخشش اور رحمت سے مالا مال کر دیا۔

قرآن مجید کے علاوہ حضرت ایوب علیہ السلام کی شخصیت پر تاریخ کی روشنی میں حالات کچھ اس طرح کہتے ہیں کہ حضرت ایوب کی زندگی کا صحیح تعارف ان کے صبر و شکر کی مدحت ہے اور ان کی زندگی مبارک اور اخلاقی بلندی میں ضرب المثل ہے۔

حضرت ایوب کی شخصیت سے متعلق تحقیق کے لئے صرف دو ماخذ ہو سکتے ہیں ایک توریت، دوسرے وہ اقتباسات جو تاریخ قدیم سے اخذ کر کے مورخین عرب اور مورخین اسلام نے نقل کئے ہیں اور اگر ان کے ساتھ چند خارجی قرائن کو بھی شامل کر لیا جائے تو حضرت ایوب علیہ السلام کے حالات زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

حضرت ایوبؑ کے متعلق سب سے قدیم شہادت توریت کے سفر ایوب علیہ السلام کی ہے یعنی وہ صحیفہ جو مجموعہ توریت میں حضرت ایوب علیہ السلام کی جانب منسوب ہے جس میں ان کی حیات طیبہ کے متعلق تفصیلی حالات درج ہیں۔

دوئم سفر ایوب میں تاریخی حیثیت سے حضرت ایوبؑ کے متعلق دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ سرزمین اوج کے باشندے تھے۔

اس لئے توریت کہتی ہے اوج کی سرزمین میں ایوب نامی ایک شخص تھا اور وہ شخص کامل اور صادق تھا خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔

دوسری بات یہ کہ ان کے مویشی، چوپایوں پر سبا اور کدیوں یعنی بابلیوں نے حملہ کر کے لوٹ لیا تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں ان دونوں قوموں کے عروج کا زمانہ تھا اور حضرت ایوبؑ ان دونوں قوموں کے عروج کے زمانے کے معاصر تھے۔

توریت میں جو سفر ایوبؑ کے سلسلے میں حالات ملتے ہیں تو اس کے علاوہ ایک اور تاریخی مسئلہ بھی ہے جس سے حضرت ایوبؑ کے زیر تحقیق مسئلہ میں مدد مل سکتی ہے اور وہ یہ کہ توریت اور کتب تاریخ میں ایک نام یوباب بھی آتا ہے اور محققین کا خیال اس کے متعلق یہ ہے کہ ایوب اور یوباب ایک ہی شخصیت کے نام ہیں۔ دراصل عبرانی میں یوباب کو ادوب کہا جاتا ہے اور یہی ادوب عربی میں ایوب ہو گیا۔

لیکن اس تحقیق کے باوجود ایوب یوباب اور ادوب مختلف زبانوں..

میں ایک ہی شخصیت کے نام ہیں اور حضرت ایوب کی شخصیت سے متعلق مسئلہ بھی حل طلب رہتا ہے اور کچھ تفصیل چاہتا ہے۔

توریت کے بیان کے مطابق یوباب اور ایوب دو جدا جدا شخصیتوں کا نام ہے ایک بنو یقطان میں سے اور دوسرا بنو ادوم میں سے یعنی یوباب جو ہے وہ بنو یقطان میں سے ہے اور ایوب بنو ادوم میں سے ہے۔

جو یوباب یقطان کی نسل سے ہے اس کا زمانہ حضرت ابراہیم سے بھی پہلے کا ہے کیونکہ اس کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے حضرت نوح تک پہنچتا ہے یعنی یوباب بن یقطان بن عیر بن ملح بن ازفکسد بن سام بن نوح۔

اور جو ایوب بنی ادوم میں سے ہے وہ بھی اگرچہ حضرت موسیٰ سے پہلے لیکن یوباب اول کے زمانے سے اس کا عہد بعد کا ہے۔

ادوم حضرت اسحاق کے صاحبزادے عیسو کا لقب ہے جنہیں عیس کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے اور یہ کہ وہ حضرت یعقوب سے بڑے تھے اور کنعان سے ترک وطن کر کے اپنے چچا حضرت اسماعیل کے پاس حجاز میں آ گئے تھے اور ان کی صاحبزادی محلا یا بشامہ یا باسمہ سے شادی کر کے عرب کے اس حصہ سرزمین میں آباد ہو گئے تھے جو شام اور فلسطین کے جنوب مغرب میں عرب کی آخری حد ہے اور جس جگہ کوہ سعیر کا سلسلہ طول میں شمال سے جنوب کی طرف چلا گیا ہے یا یوں کہہ لیا جائے کہ وہ مقام جو عمان سے حضر الموت تک وسیع ہے۔

اس عیسو یعنی ادوم کی نسل میں صدیوں تک حکومت اور سطوط کا دور رہا اور مورخین کے نزدیک ان کے دور حکومت کی ابتداء تقریباً 1700 قبل مسیح بتائی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں جب بنی اسرائیل مصر سے واپس آئے تو اس وقت بھی بنوادوم سعیر پر حکمران تھے اسی بناء پر توریت میں ذکر آتا ہے۔

تب موسیٰ نے کادس سے ادوم کے بادشاہ کو ایلچی کے ہاتھ یوں کہلا بھیجا کہ تیرے بھائی اسرائیل نے کہا ہے کہ وہ سب تکلیفیں جو ہم پر آن پڑی ہیں تو جانتا ہے اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت کادس سے روانہ ہو کر کوہ حور پر آئی اور خدا نے کوہ حور پر جو ادوم کی سرحد سے ملا ہوا تھا موسیٰ اور ہارون کو کہا۔

چنانچہ بنوادوم کے ان حکمرانوں کی جو فہرست توریت میں مذکور ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر ساؤل یعنی طالوت کی وسیع حکومت سے پہلے کے جس کی وسعت خطہ ادوم تک پہنچی اور جو 1000 قبل مسیح میں قائم ہوئی تھی آٹھ حکمران برسر حکومت رہ چکے تھے اور ان میں سے دوسرے حکمران کا نام یوباب بن زارا تھا۔

یہاں تک پہنچنے کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایوب اور یوباب دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں تو ان دونوں میں کس یوباب کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے اس کے جواب میں مورخین کی دو رائے ہیں۔

مولانا آزاد کہتے ہیں کہ بنی یقطان کی نسل میں سے ہے اور اس لئے

حضرت ایوب یا حضرت ابراہیم کے معاصر میں یا کم از کم حضرت اسحاق حضرت یعقوب کے ہیں۔

محققین توریت میں سے اکثر اس طرف گئے ہیں کہ حضرت ایوب عرب تھے عرب میں ظاہر ہوئے تھے اور سفر ایوب اصلاً قدیم عربی زبان میں لکھی گئی تھی اور حضرت موسیٰ نے اسے قدیم عربی سے عبرانی میں منتقل کیا اور اس طرح اس نے توریت میں جگہ پائی سفر ایوب میں ہے کہ وہ اوج کے ملک میں رہتے تھے اور آگے چل کر تصریح کی گئی ہے کہ ان کے مویشی پر سبا اور کلدان کے لوگوں نے حملہ کیا تھا۔

عرب مورخین میں سے ابن عساکر بھی کہتے ہیں کہ حضرت ایوب کا زمانہ حضرت ابراہیم کے قریب کے زمانے سے مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت لوط کے معاصر اور دین ابراہیمی کے پیرو تھے۔

اور نجار مصری اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ایوب کا زمانہ حضرت ابراہیم سے ایک سو سال پہلے کا تھا۔

مولانا سید سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت ایوب بنی ادوم میں سے ہیں اور ان کا زمانہ ایک ہزار قبل مسیح اور سات سو قبل مسیح کے درمیان ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ارض القرآن میں لکھتے ہیں۔

یہ مسئلہ کہ حضرت ایوب ایک ادومی عرب تھے خود سفر ایوب سے ثابت ہے اوج کی سرزمین میں ایک مرد صالح راست گو خدا سے ڈرنے والا اور بدی سے دور تھا۔ اوج توریت میں دو آدمیوں کے نام ہیں ایک تو

نہایت قدیم اوج بن ارم بن سام بن نوح ہے اور دوسرے ایک اوج ثانی کے مراد ہے اوج کے بنی عدوی عرب ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سفر ایوب میں رفقاء ایوب کے جو مسکن بتائے گئے ہیں وہ تیمان نعمتان شوہاں ہیں۔ اول کے متعلق تو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ مملکت ادوم کا ایک مشہور شہر تھا۔

زمانہ کے متعلق بھی فیصلہ اس لئے آسان ہے کہ کلدان اور سبا کا عروج ایک ہزار قبل مسیح سے سات سو قبل مسیح تک ہے اس لئے ان دونوں کے زمانے کے حدود میں کہیں حضرت ایوب کا عہد قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضرت ایوب کے زمانے کے تعین میں سبا اور کلدانیوں کی معاصرت کی سند پیش کی جاتی ہے مگر نتیجہ جدا جدا نکالتے اور ایک دوسرے کے متضاد فیصلہ دیتے ہیں۔ ان تفصیلات کے بعد مورخین یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ شبہ یہ صحیح ہے کہ یوباب ہی ایوب ہیں اور وہ بنو یقطان میں سے نہیں بلکہ بنو ادوم میں سے تھے۔

مورخین اب اس بات پر بھی اختلاف کرتے ہیں کہ آخر حضرت ایوب کا زمانہ کون سا تھا۔ مولانا سلیمان ندوی کے مطابق حضرت ایوب کا عہد ایک ہزار قبل مسیح سے سات سو قبل مسیح کے درمیان ہے۔ کچھ مورخ اسے غیر تحقیقی کہتے ہیں بلکہ صحیح اور تحقیقی بات یہ کہتے ہیں کہ حضرت ایوب کا زمانہ حضرت موسیٰ اور حضرت اسحاق و یعقوب کے زمانے کے درمیان ہے اور یہ تقریباً پندرہ سو قبل مسیح سے تیرہ سو قبل مسیح کی حدود میں تلاش کرنا

چاہیے۔

یہ بات کہنے والے مورخین کہتے ہیں کہ اس تحقیق کے لئے چند اہم قرائن پر مبنی بات ہے جو اس وجہ سے واضح ہیں کہ اگر ان کو دلائل بھی کہہ دیا جائے تو بے جا نہیں ہے۔

پہلا قرینہ یہ ہے کہ با اتفاق محققین توریت کے نزدیک صحیفہ ایوب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل زمانہ کا ہے اور حضرت موسیٰ نے اس کو قدیم عربی سے عبرانی میں کیا ہے اور یہ مجموعہ توریت میں سب سے قدیم صحیفہ سفر ایوب علیہ السلام ہے۔

دوئم جن مورخین نے حضرت ایوب کو بنی ادوم میں سے بتایا ہے وہ بھی ادوم یعنی عیسو اور ان کے درمیان دو وارثوں سے زیادہ بیان نہیں کرتے یعنی ایوب بن زارا بن موس بن عیسو۔

سوئم یہی مورخین حضرت ایوب کا سلسلہ نسب بیان کرتے ہوئے جب مادری سلسلہ پر آتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ حضرت لوط کی صاحبزادی تھیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ آپ کی ماں حضرت یوسف علیہ السلام کی صاحبزادیوں میں سے تھیں ابن عساکر کہتے ہیں کہ وہ بنت لوط کی صاحبزادی ہیں اور قاضی بیضاوی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لیا بنت یعقوب یا ماخیر بنت علیشا بن یوسف یا بنت افراہیم بن یوسف کے صاحبزادے ہیں۔

چہارم مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اوج کا جو نسل نامہ نقل کیا گیا ہے

اس کے پیش نظر بھی حضرت ایوب کا نسل نامہ اس طرح بغیر جرح اور تنقید کے صحیح ہو سکتا ہے یعنی ایوب بن زارا بن اوج بن بلسان بن عیسو بن اسحاق اور اس سلسلہ میں اگر چہ عام مورخین کے بیان کردہ نسب نامہ سے صرف ایک نام بلسان کا اضافہ ہوتا ہے تاہم اس سے یہ فرق نہیں پڑتا کہ ان کا زمانہ پیچھے ہٹ کر حضرت موسیٰ کے زمانے سے بھی بعد ہو جائے۔

چنانچہ مذکورہ بالا قرائن یا دلائل میں سے پہلا قرینہ بہت مضبوط اور تاریخی حیثیت رکھتا ہے اس لئے محققین توریت نے تاریخی روشنی ہی میں یہ متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ سفر ایوب حضرت موسیٰ کے عہد سے قبل زمانے کا ہے اور اس لئے یہ قرینہ نہیں بلکہ زبردست دلیل ہے، دوسرا اور تیسرا قرینہ اگر چہ ناموں کے یقین کے لحاظ سے قبل بحث ہو سکتا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ توریت اور تاریخی نقول کا سلسلہ نسب کے متعلق یہ بیان کہ حضرت یوسف کے نواسہ ہیں یا حضرت لوط کے نواسہ ہیں۔ محض اتفاقی نہیں بلکہ کسی حقیقت پر مبنی ہے اور چوتھا قرینہ بھی یہ واضح کرتا ہے کہ حضرت ایوب کا زمانہ حضرت موسیٰ سے قبل ہونا چاہئے اور وہ پندرہ سو قبل مسیح اور تیرہ سو قبل مسیح کے درمیان ہو سکتا ہے۔ امام بخاری کی بھی غالباً یہی تحقیق ہے اس لئے انہوں نے کتاب الانبیاء میں انبیاء کے متعلق جو ترتیب قائم کی ہے اس میں حضرب ایوب کا ذکر حضرت یوسف کے بعد اور حضرت موسیٰ سے قبل کیا ہے۔

حضرت ایوب کے سلسلہ میں توریت کے ناموں اور مورخین عرب

کے ناموں میں کچھ اختلاف ہے لیکن بنظر تحقیق یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقی اختلاف نہیں بلکہ ناموں کے متعلق اس قسم کا اختلاف ہے جو عموماً مختلف زبانوں میں منتقل ہونے کی وجہ سے کتابت ہی کی تبدیلی کی شکل میں آتا رہتا ہے۔

یعنی توریت کا اوج اور عرب مورخین کا حوس اور اسی طرح توریت کا زارا اور عرب کا ضرع دونوں ایک ہی ہیں۔ البتہ جن بعض مورخین نے حوس یا احوس کو ایوب اور زارا کے درمیان بیان کر دیا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ بعض حضرات نے حضرت ایوب کا نسب بیان کرتے ہوئے ادوم بن عیسو کہہ کر ان کو بنی عدوم سے بتایا ہے یہ قطعاً بے اصل ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام سے متعلق اس قدر تحقیق کے بعد یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ حضرت ایوب کے متعلق علماء یہود و نصاریٰ کے درمیان سخت اختلافات ہیں۔ ان میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یہ فرضی نام ہے اور ایوب کسی شخصیت کا نام نہیں مثلاً ربی حمانی، دید، میکالکس، سملر، استعان اسی کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخصیت سے متعلق جس قدر واقعات منسوب ہیں وہ سب باطل اور فرضی ہیں گویا ان کے نزدیک سفر ایوب اگر چہ تاریخی اعتبار سے قدیم صحیفہ ہے مگر فرضی ہے۔ کانٹ اور انٹر کہتے ہیں کہ حضرت ایوب ایک حقیقی شخصیت کا نام ہے اور ان سے منسوب صحیفہ کو فرضی اور باطل کہنا خود باطل ہے مگر حضرت ایوب کی

شخصیت کوتسلیم کرنے کے باوجود پریقین زمانہ کے متعلق ان کے درمیان سخت اختلاف ہے اور مورخین عرب کے درمیان بھی اختلاف ہے۔

اس کی تشریح درج ذیل ہے۔

بسطامی کہتا ہے کہ ان کا عہد حضرت ابراہیم سے سو سال پہلے تھا۔ ابن عساکر کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے عہد کے قریب ہے۔ کانٹ کہتا ہے کہ وہ حضرت یعقوب کے ہمعصر تھے۔ انٹر کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے ہمعصر تھے۔ طبری کہتا ہے کہ حضرت شعیب کے زمانے کے بعد کے ہیں۔ ابن شیشما کہتا ہے کہ حضرت سلیمان کے بعد ہیں ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے ہمعصر ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جس دور میں بنی اسرائیل کے اندر قاضیوں کا تقرر شروع ہوا تھا اور کچھ کہتے ہیں کہ ایران کے بادشاہ اردشیر کے ہمعصر ہیں۔

غرض حضرت ایوب کی شخصیت کو تاریخ کی روشنی میں زیر بحث لایا جاتا ہے تو یقینی طور پر درج ذیل نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

اول یہ کہ حضرت ایوب عرب ہیں اور تمام مختلف دلائل میں بھی ان کے عرب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

دوئم مجموعہ توریت میں سے سفر ایوب قدیم صحیفہ ہے اور عبرانی میں عربی سے نقل ہو کر آیا ہے۔

سوئم حضرت ایوب بنی عدوم میں سے ہیں۔

کچھ محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت ایوب کی شخصیت، زمانہ، قومیت ہر چیز کے بارے میں اختلاف ہے جدید زمانے کے محققین میں سے کوئی ان کو اسرائیلی قرار دیتا ہے کوئی مصری اور کوئی عرب کسی کے نزدیک ان کا زمانہ حضرت موسیٰ کے پہلے کا ہے کوئی انہیں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے زمانے کا آدمی قرار دیتا ہے اور کوئی ان سے بھی بعد کا لیکن سب کے قیاسات کی بنیاد اس سفر ایوب یا صحیفہ ایوب پر ہے جو توریت کے مجموعہ کتب مقدسہ میں شامل ہے۔

اسی کی زبان انداز بیان اور کلام کو دیکھ کر یہ مختلف روایتیں قائم کی گئی ہیں نہ کہ کسی اور تاریخی شہادت پر اور اس سفر ایوب یعنی صحیفہ ایوب کا حال یہ ہے کہ اس کے اپنے مضامین میں بھی تضاد ہے اور اس کا بیان قرآن مجید کے بیان سے بھی اتنا مختلف ہے کہ دونوں کو بیک وقت نہیں مانا جاسکتا۔ لہٰذا محققین کہتے ہیں کہ اس پر قطعاً اعتماد نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قابل اعتماد شہادت اگر کوئی ہے تو وہ یہ ہے کہ یسعیاہ نبی اور حزقی ایل نبی کے صحیفوں میں ان کا ذکر آیا ہے اور یہ صحیفے تاریخی حیثیت سے زیادہ مستند ہیں یسعیاہ نبی آٹھویں صدی اور حزقی ایل نبی چھٹی صدی قبل مسیح میں گزرے ہیں۔ اس لئے یہ امر یقینی ہے کہ حضرت ایوب نویں صدی قبل مسیح

یا اس سے پہلے کے بزرگ ہیں۔

اسی سفر ایوب یا صحیفہ ایوب کو پڑھا جائے تو عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب معاملات سامنے آتے ہیں اس صحیفہ ایوب میں جب نظر ڈالی جائے تو وہاں پڑھنے والے کو ایک ایسے شخص کی تصویر نظر آئے گی جو خدا کے خلاف مجسم شکایت اور اپنی مصیبت پر ہمہ تن فریاد بنا ہوا ہے بار بار اس کی زبان سے یہ فقرے ادا ہوتے ہیں۔

نابود ہو وہ دن جس میں، میں پیدا ہوا، میں رحم ہی میں کیوں نہ مر گیا، میں نے پیٹ سے نکلتے ہی کیوں نہ جان دے دی، اور بار بار وہ خدا کے خلاف شکایتیں کرتا ہے کہ قادر مطلق کے تیر میرے اندر لگے ہوئے ہیں۔ میری روح انہی کے زہر کو پی رہی ہے خدا کی ڈراؤنی باتیں میرے خلاف صف باندھے ہوئے ہیں اے بنی آدم کے ناظر اگر میں نے گناہ کیا ہے تو تیرا کیا بگاڑتا ہوں تو نے کیوں مجھے اپنا نشانہ بنا لیا ہے یہاں تک کہ میں اپنے آپ پر بوجھ ہوں تو میرا گناہ کیوں نہیں معاف کرتا اور بدکاری کیوں نہیں دور کر دیتا۔

میں خدا سے کہوں گا کہ مجھے ملزم نہ ٹھہرا مجھے بتا کہ مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے اور کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ اندھیر کرے اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیز کو حقیر جانے۔

اسی صحیفہ ایوب جس کا ذکر توریت میں ہے۔ مزید کہا گیا ہے کہ اس کے تین دوست اسے آ کر تسلی دیتے ہیں اور اس کو صبر تسلیم رضا کی تلقین

کرتے ہیں مگر وہ نہیں مانتا وہ ان کی تلقین کے جواب میں پے در پے خدا پر الزام رکھے چلا جاتا ہے اور ان کو سمجھانے کے باوجود اصرار کرتا ہے کہ خدا کے اس فعل میں کوئی حکمت اور مصلحت نہیں ہے۔ صرف ایک ظلم ہے جو مجھ جیسے متقی اور عبادت گزار آدمی پر کیا جا رہا ہے۔

وہ خدا کے اس انتظار پر سخت اعتراضات کرتا ہے کہ ایک طرف بدکار نوازے جاتے ہیں تو دوسری طرف نیک کا رستائے جاتے ہیں۔ وہ ایک ایک کر کے اپنی نیکیاں گناتا ہے اور پھر تکلیفیں بیان کرتا ہے جو ان کے بدلے میں خدا نے اس پر ڈالیں۔

اور پھر کہتا ہے کہ خدا کے پاس اگر کوئی جواب ہے تو وہ مجھے بتائے کہ یہ سلوک میرے ساتھ کس قصور کی پاداش میں کیا گیا ہے۔

اس کی یہ زبان درازی اپنے خالق کے مقابلے میں اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ آخر کار اس کے دوست اس کی باتوں کا جواب دینا چھوڑ جاتے ہیں وہ چپ ہوتے ہیں تو ایک چوتھا آدمی جو ان کی باتیں خاموشی سے سن رہا تھا بیچ میں دخل دیتا ہے اور ایوب کو بے تحاشا اس بات پر ڈانٹتا ہے کہ اس نے خدا کو نہیں بلکہ اپنے آپ کو راست ٹھہرایا۔

اس چوتھے کی تقریر ختم نہیں ہوتی کہ بیچ میں اللہ میاں خود بول پڑتے ہیں اور پھر ان کے اور ایوب کے درمیان خوب دو بدو بحث ہوتی ہے اس ساری داستان کو پڑھتے ہوئے کسی جگہ بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ ہم اس صبر مجسم کا حال اور کلام پڑھ رہے ہیں جس کی تصویر عبادت گزاروں کے

لئے سبق بنا کر قرآن مجید نے پیش کی ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کتاب کا ابتدائی حصہ کچھ کہہ رہا ہے بیچ کا کچھ اور آخر میں نتیجہ کچھ اور نکل آتا ہے۔ تینوں حصوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے ابتدائی حصہ کہتا ہے کہ ایوب ایک نہایت راست باز خدا ترس اور نیک شخص تھا اور اس کے ساتھ اتنا دولت مند کہ اہل مشرق میں وہ سب سے بڑا تھا ایک روز خدا کے فرشتے حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ شیطان بھی آیا خدا نے اس محفل میں اپنے بندے ایوب پر فخر کا اظہار کیا۔

شیطان نے کہا آپ نے اسے جو کچھ دے رکھا ہے اس کے بعد وہ شکر نہ کرے گا اور کیا کرے گا ذرا اس سے نعمت چھین کر دیکھئے وہ آپ کے منہ پر آپ کی تکفیر نہ کرے تو میرا نام شیطان نہیں ہے۔

خدا نے کہا اچھا اس کا سب کچھ تیرے اختیار میں دیا جاتا ہے البتہ اس کی ذات کو کوئی نقصان نہ پہنچانا۔

شیطان نے جا کر ایوب کے تمام مال دولت کا اور اس کے پورے خاندان کا صفایا کر دیا اور ایوب ہر چیز سے محروم ہو کر بالکل اکیلا رہ گیا مگر ایوب کی آنکھ میں میل نہ آیا ا نے خدا کو سجدہ کیا اور کہا ننگا ہی میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس جاؤں گا۔

خدا نے دیا اور خدا نے لے لیا خدا کا نام مبارک ہو پھر ایک دن ویسی ہی محفل اللہ میاں کے ہاں جمی فرشتے بھی آئے شیطان بھی حاصر ہوا اللہ میاں نے شیطان کو جتایا کہ دیکھ لے کہ ایوب کیا راست باز آدمی

ثابت ہوا ہے۔

شیطان نے کہا جناب ذرا اس کے جسم پر مصیبت ڈال کر دیکھئے تو آپ کے منہ پر آپ کی تکفیر کرے گا۔

اللہ میاں نے فرمایا جا اسے تیرے اختیار میں دے دیا گیا۔

بس اس کی جان محفوظ رہے چنانچہ شیطان واپس ہوا اور آ کر اس نے ایوب کو تلوے سے اوپر تک دردناک پھوڑوں سے دکھ دیا اس کی بیوی نے اس سے کہا کیا تو اب بھی اپنی راستگی پر قائم رہے گا خدا کی تکفیر کر اور مر جا۔

اس نے جواب دیا تو نادان عورتوں کی سی بات کرتی ہے کیا ہم خدا کے ہاتھ سے سکھ پائیں گے اور دکھ نہ پائیں۔

یہ ہے صحیفہ یعنی سفر ایوب کے پہلے اور دوسرے باب کا خلاصہ لیکن اس کے بعد تیسرے باب سے ایک دوسرا ہی مضمون شروع ہوتا ہے جو بیاسویں باب تک ایوب کی بے صبری اور خدا کے خلاف شکایات اور الزامات کی ایک مسلسل داستان ہے اور اس سے پوری طرح یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ایوب کے بارے میں خدا کا اندازہ غلط اور شیطان کا اندازہ صحیح تھا۔

'پھر بیاسویں باب میں خاتمہ اس بات پر ہوتا ہے کہ اللہ میاں سے خوب دو بدو بحث کر لینے کے بعد صبر و شکر اور توکل کی بناء پر نہیں بلکہ اللہ میاں کی ڈانٹ کھا کر ایوب ان سے معافی مانگ لیتا ہے اور وہ اسے قبول کر کے اس کی تکلیفیں دور کر دیتے ہیں اور جتنا کچھ پہلے اس کے پاس تھا

اس سے دوچند دے دیتے ہیں اس آخری صفحے کو پڑھتے وقت آدمی کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایوب اور اللہ میاں دونوں شیطان کے چیلنج کے مقابلے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں اور پھر محض اپنی بات رکھنے کے لئے اللہ میاں نے ڈانٹ ڈپٹ کر اسے معافی مانگنے پر مجبور کیا ہے اور اس کے معافی مانگتے ہی اسے قبول کرلیا ہے تاکہ شیطان کے سامنے ان کی ہیٹی نہ ہو۔

چنانچہ سفر ایوب اور صحیفہ ایوب کے یہ الفاظ اپنے منہ سے بول رہے ہیں کہ یہ نہ خدا کا کلام ہے نہ خود حضرت ایوب کا بلکہ یہ حضرت ایوب کے زمانے کا بھی نہیں ہے ان کے صدیوں بعد کسی شخص نے قصہ ایوب کو بنیاد بنا کر یوسف زلیخاں کی طرح ایک داستان لکھی ہے اور اس میں حضرت ایوب اور چند دوسرے کردار ہیں جن کی زبان سے نظام کائنات کے متعلق دراصل وہ خود اپنا فلسفہ بیان کرتا ہے اس کی شاعری اس کے زور بیان کی جس قدر جی چاہے داد دے لیں مگر کتب مقدسہ کے مجموعے میں ایک صحیفہ آسمانی کی حیثیت سے اس کو جگہ دینے کے کوئی معنی نہیں حضرت ایوب کی سیرت سے اس کا بس اتنا ہی تعلق ہے کہ جتنا یوسف زلیخا کا تعلق سیرت یوسفی سے ہے بلکہ شاید یہ اتنا بھی نہیں زیادہ سے زیادہ ہم اتنا کہہ سکتے ہیں اس صحیفہ کے ابتدائی اور آخری حصے میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں صحیح تاریخ کا ایک عنصر پایا جاتا ہے اور وہ شاعر نے یا تو زبانی روایات سے لیا ہوگا جو اس کے زمانے میں مشہور ہوگی یا پھر کسی صحیفے سے اخذ کرلیا ہوگا جواب ناپید ہے۔

حضرت ایوب سے متعلق محققین مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب کو حق تعالیٰ نے ابتداء میں مال و دولت اور جائیداد، شاندار مکانات، سواریاں، اولاد اور خدام بہت کچھ عطا فرمایا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا۔ یہ سب چیزیں ان کے ہاتھ سے نکل گئیں اور بدن میں بھی ایسی سخت بیماری لگ گئی جیسے جذام ہوتا ہے کہ بدن کا کوئی حصہ بجز زبان اور قلب کے اس بیماری سے نہ بچا تھا۔

وہ اس حالت میں بھی زبان اور قلب کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھتے اور شکر ادا کرتے رہتے تھے اس شدید بیماری کی وجہ سے سب عزیزوں، دوستوں اور پڑوسیوں نے ان کو الگ کر کے آبادی سے باہر ایک ویران جگہ پر ڈال دیا تھا۔ کوئی ان کے پاس نہ جاتا تھا صرف ان کی بیوی ان کی خبرگیری کرتی تھیں جو حضرت یوسف کی بیٹی یا پوتی تھیں جن کا نام لیہ بنت نیشا ابن یوسف بتایا جاتا ہے اور یہ قول علامہ ابن کثیر کا ہے۔

چنانچہ آپ کا مال و دولت جائیداد تو سب ختم ہو گیا ان کی زوجہ محترمہ محنت اور مزدوری کر کے اپنے اور ان کے لئے رزق اور ضروریات فراہم کرتیں اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت ایوب کا یہ ابتلاء اور امتحان کوئی حیرت انگیز تعجب کی چیز نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ سخت بلائیں اور آزمائشیں انبیاء کو پیش آتی ہیں ان کے بعد دوسرے صالحین کو درجہ بادرجہ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر انسان کا ابتلاء اور آزمائش اس کی دینی صلابت اور مضبوطی کے اندازے پر ہوتا ہے جو دین میں جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے اتنی ہی اس کی آزمائش و ابتلاء زیادہ ہوتی ہے تا کہ اسی مقدار سے اس کے درجات اللہ کے نزدیک بلند ہوں۔

حضرت ایوب کو خدا نے زمرہ انبیاء میں دینی صلابت اور صبر کا ایک امتیازی مقام عطا فرمایا تھا۔ بالکل ایسے ہی جیسے حضرت داؤد کو شکر کا ایسا ہی امتیاز دیا گیا مصائب پر صبر میں حضرت ایوب ضرب المثل ہیں۔

یزید بن میسرہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کو مال و اولاد وغیرہ سب دنیا کی نعمتوں سے خالی کر کے آزمائش فرمائی تو انہوں نے فارغ ہو کر اللہ کی یاد اور عبادت میں اور زیادہ محنت شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

اے میرے پروردگار میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے مال و دولت اور دولت دنیا اور اولاد عطا فرمائی جس کی محبت میرے دل کے

ایک ایک جزو پر چھا گئی۔ پر اس پر بھی تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے ان سب چیزوں سے فارغ اور خالی کر دیا اور اب میرے اور تیرے درمیان حائل ہونے والی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ محققین کے علاوہ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت ایوب کو ان کے مال دولت اور اسباب سے اہل سبا نے محروم کیا تھا لہٰذا ان دونوں کا بھی ذکر کیا۔

جہاں تک سبا کا تعلق ہے تو تاریخ کی دو سبا جنوبی عرب کی ایک بہت بڑی قوم کا نام ہے جو کہ بڑے بڑے قبائل پر مشتمل تھی۔ امام احمد کے علاوہ ابن جریر، ابن ربی حاتم وغیرہ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کی ہے کہ سبا عرب کے ایک شخص کا نام تھا جس کی نسل سے عرب میں کچھ قبیلے تھے۔ جن میں سے کندہ حمیر، ازد، اشعر، مذحج، انمار، عاملہ، جذام، لخم اور غسان زیادہ اہم ہیں۔ بہت قدیم زمانے سے دنیا میں عرب کی اس قوم کا بڑا شہرہ تھا 2005 قبل مسیح میں اس کے کتبات سے اس کا ذکر صابون کے نام سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد بابل اور قوم آشور کے کتبات میں اور اسی طرح بائبل میں بھی کثرت سے اس کا ذکر آیا ہے۔ یونانی اور رومن مورخین اور جغرافیہ نویس تھیوفراسٹس قبل مسیح کے وقت سے مسیح کے بعد کئی صدیوں تک مسلسل اس قوم کا ذکر کرتے چلے گئے ہیں۔

اس قوم کا وطن عرب کا جنوب مغربی کونا تھا جو آج یمن کے نام سے مشہور ہے اس کے عروج کا دور گیارہ سو برس قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان کے زمانے میں ایک دولت

مند قوم کی حیثیت سے اس کا شہرہ پھیل چکا تھا آغاز میں یہ ایک آفتاب پرست قوم تھی پھر جب اس کی ملکہ حضرت سلیمان کے ہاتھ پر ایمان لے آئی تو اغلب ہے کہ اس کی غالب اکثریت مسلمان ہو چکی تھی لیکن بعد میں نامعلوم کس وقت اس قوم میں شرک اور بت پرستی کا پھر زور ہو گیا تھا اور اس قوم نے المقہ یعنی چاند دیوتا اشتر یعنی زہرہ، ذات حمیم اور ذاب باڈن، حولبس، رمتم یا حریمت اور ایسے ہی دوسرے بہت دیوتاؤں اور دیویوں کو پوجنا شروع کر دیا تھا المقہ اس قوم کا سب سے بڑا دیوتا تھا اور اس کے بادشاہ اپنے آپ کو اسی دیوتا کے وکیل کی حیثیت سے اطاعت کا حق دار قرار دیتے تھے۔

یمن میں بکثرت کتبات ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا ملک ان دیوتاؤں خصوصاً المقہ کے مقدروں سے بھرا ہوا تھا اور ہر اہم واقعہ پر اس کے شکریے ادا کیے جاتے تھے۔

آثار قدیمہ کی جدید تحقیق کے سلسلے میں یمن سے تقریباً تین ہزار کتبات فراہم ہوئے ہیں جو اس قوم کی تاریخ پر اہم روشنی ڈالتے ہیں اس کے ساتھ عربی روایات رومن اور یونانی تواریخ کی فراہم کردہ معلومات کو اگر جمع کر لیا جائے تو اچھی خاصی تفصیل کے ساتھ اس کی تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔ معلومات کی رو سے اس کی تاریخ اور اہم ادوار حسب ذیل ہیں۔

اول 650 قبل مسیح سے پہلے کا دور اس زمانے میں ملکہ سبا کا لقب..

مقرب سبا تھا مکرب سبا یہ ہے کہ یہ لفظ مقرب کا ہم معنی تھا کہ بادشاہ انسانوں اور خداؤں کے درمیان اپنے آپ کو واسطہ قرار دیتے تھے یا دوسرے الفاظ میں یہ کاہن بادشاہ تھے اس زمانے میں ان کا پایہ تخت سرواہ تھا جس کے کھنڈر آج بھی مآرب سے مغرب کی جانب ایک دن کی راہ پر پائے جاتے ہیں اور خریبہ کے نام سے مشہور ہیں اسی دور میں مآرب کے مشہور بند کی بنیاد رکھی گئی تھی اور وقتاً فوقتاً مختلف بادشاہوں نے اسے وسیع کیا تھا۔

دوئم اس قوم کا دوسرا دور 650 قبل مسیح سے 115 قبل مسیح تک شمار کیا جاتا ہے، اس دور میں سبا کے بادشاہوں نے مقرب کا لقب چھوڑ کر ملک یعنی بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا تھا جس کے معنی ہیں کہ حکومت میں مذہبیت کی جگہ سیاست سیکولرازم کا رنگ غالب ہو گیا تھا اس زمانے میں ملوک سبا نے سرواہ کو چھوڑ کر مآرب کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور اسے غیر معمولی ترقی دی یہ مقام سمندر سے دو ہزار نو سو فٹ کی بلندی پر صنعا شہر سے ساٹھ میل جانب مشرق ہے ار آج تک اس کے کھنڈر شہادت دے رہے ہیں کہ یہ کبھی ایک بڑی متمدن قوم کا مرکز تھا۔

سوئم اس قوم کا تیسرا دور ایک سو پندرہ قبل مسیح سے سن تین سو تک کا دور ہے اسی زمانے میں سبا کی مملکت پر حمیر کا قبیلہ غالب ہو گیا تھا جو قوم سبا ہی کا ایک قبیلہ تھا، تعداد میں دوسرے قبائل سے بڑھا ہوا تھا اس دور میں مآرب کو اجاڑ کر غیدان پایہ تخت بنایا گیا جو قبیلہ حمیر کا مرکز تھا بعد میں یہ شہر

وفار کے نام سے موسوم ہوا، آج کل موجودہ شہر یریم کے قریب ایک پہاڑی پر اس کے کھنڈر ملتے ہیں اور اسی قریب کے علاقے میں ایک چھوٹا سا قبیلہ حمیر کے نام سے آباد ہے جسے دیکھ کر کوئی شخص تصور نہیں کر سکتا کہ یہ اسی قوم کی یادگار ہے جس کے ڈنکے کبھی دنیا بھر میں بجتے تھے اسی زمانے میں سلطنت کے ایک حصے کی حیثیت سے پہلی مرتبہ لفظ یمنت اور یمنات کا استعمال ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ یمن پورے علاقے کا نام ہوگیا جو عرب کے جنوب مغربی کونے پر اسیر سے عدن تک اور بابل مندر سے حضرت موت تک واقعہ ہے۔ یہی دور ہے جس میں سبا والوں کا زوال شروع ہوا تھا۔

چہارم اس قوم کا چوتھا دور سن تین سو کے بعد سے آغاز اسلام تک کا دور ہے یہ قوم سبا کی تباہی کا دور ہے اس دور میں ان کے ہاں مسلسل خانہ جنگیاں ہوئیں بیرونی قوموں کی مداخلت شروع ہوئی تجارت برباد ہوئی، زراعت نے دم توڑا اور آخرکار آزادی تک ختم ہوگئی۔

پہلے ویدانیوں، حمیریوں اور ہمدانیوں کی باہمی مراعات سے فائدہ اٹھا کر سن تین سو چالیس سے سن تین سو اٹھتر تک یمن پر حبشیوں کا قبضہ رہا پھر آزادی تو بحال ہوگئی مگر مآرب کے مشہور بند میں رخنے پڑنے شروع ہوگئے یہاں تک کہ آخر سن چار سو پچاس یا سن چار سو اکیاون میں بند کے ٹوٹنے سے وہ عظیم سیلاب آیا جس کا ذکر قرآن مقدس میں بھی کیا گیا ہے۔

اگرچہ اس کے بعد ابرہہ کے زمانے تک اس بند کی مسلسل مرمتیں ہوتی رہیں لیکن جو آبادی منتشر ہوگئی تھی وہ جمع نہ ہو سکی اور نہ آبپاشی اور زراعت کا وہ نظام جو درہم برہم ہو چکا تھا دوبارہ بحال ہو سکا۔

سن پانچ سو تیئیس یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے نجدان کے عیسائیوں پر وہ ظلم وستم برپا کیے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی اصحاب اخدود کے نام سے کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں حبش کی عیسائی سلطنت یمن انتقاماً حملہ آور ہوگئی اور اس نے سارا ملک فتح کر لیا۔

اس کے بعد یمن کے حبشی وائسرائے ابرہہ نے کعبہ کی مرکزیت ختم کرنے اور عرب کے پورے مغربی ساحل کو روم حبشی اثر میں لانے کے لئے سن پانچ سو ستر یا پانچ سو باہتر میں یعنی حضور اکرم ﷺ کی پیدائش سے قبل مکہ معظمہ پر حملہ کیا اور اس کی پوری فوج پر وہ تباہی آئی جسے قرآن مجید نے اصحاب فیل کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ آخر سن پانچ سو پچہتر میں یمن پر ایرانیوں کا قبضہ ہوگیا اور اس کا خاتمہ اس وقت ہوا جب سن چھ سو اٹھائیس میں ایرانی گورنر بازان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

قوم سبا کا عروج دراصل دو بنیادوں پر قائم تھا ایک زراعت، دوسرے تجارت، زراعت کو انہوں نے آبپاشی کے ایک بہترین نظام کے ذریعے ترقی دی تھی جس کی مثل کوئی دوسرا نظام آبپاشی بابل کے سوا قدیم زمانے میں کہیں نہ پایا جاتا تھا۔

اس کی سرزمین میں قدرتی دریا نہ تھے۔ بارش کے زمانے میں

پہاڑوں سے برساتی نالے بہہ نکلتے تھے انہی نالوں پر سارے ملک میں جگہ جگہ بند باندھ کرانہوں نے تالاب بنا لئے تھے اوران سے نہریں نکال نکال کر پورے ملک کواس طرح سیراب کر دیا تھا کہ قرآن مجید کی تعبیر کے مطابق ہرطرف ایک باغ کا ہی سماں نظر آتا تھا۔

اس نظام آبپاسی کا سب سے بڑا فخرن قارب کا وہ تالاب تھا جوشہر قارب کے قریب کوہ بلق کی درمیانی وادی پر بند باندھ کر تیار کیا گیا تھا مگر جب اللہ کی نظر عنایت ان سے پھر گئی تو پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں یہ عظیم الشان بند ٹوٹ گیا اور اس سے نکلنے والا سیلاب راستے میں بند پر بند توڑتا چلا گیا یہاں تک کہ ملک کا پورا نظام آبپاشی تباہ ہو کر رہ گیا پھر اسے کوئی بحال نہ کر سکا۔

تجارت کے لئے اس قوم کو خدا نے بہترین جغرافیائی مقام عطا کیا تھا جس سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا ایک ہزار برس سے زیادہ مدت تک یہی قوم مشرق اور مغرب کے درمیان تجارت کا واسطہ بنی رہی ایک طرف ان کی بندر گاہوں چین کا ریشم، انڈونیشیا اور مالا بار کے مصالحے، ہندوستان کے کپڑے، تلواریں، مشرقی افریقہ کے غلام، بندر، شتر مرغ کے پر اور ہاتھی دانت پہنچتے تھے۔ دوسری طرف یہ ان چیزوں کو مصر اور شام کی منڈیوں میں پہنچاتے تھے جہاں سے رومن یونانی یہ مال خریدتے تھے اوران کے ملکوں کو روانہ کیا جاتا تھا اس کے علاوہ خودان کے علاقوں میں لوبان، عود، عنبر مشک اور دوسری خوشبودار چیزوں کی بڑی پیداوار تھی

جنہیں مصر، شام اور روم و یونان کے لوگوں کے ہاتھوں بیچا جاتا تھا اور وہ اسے ہاتھوں ہاتھ خرید لیتے تھے۔

قوم سبا کی اس تجارت کے دو بڑے راستے تھے ایک بحری، دوسرا بری بحری تجارت کا اجارہ ہزار سال تک انہی جیالوں کے ہاتھ میں تھا کیونکہ بحر احمر کی موسمی ہواؤں زیر آب چٹانوں، لنگر اندازی کے مقامات کا راز یہی لوگ جانتے تھے اور دوسری کوئی قوم اس خطرناک سمندر میں جہاز چلانے کی ہمت نہ رکھتی تھی۔

اس بحری راستے سے یہ لوگ اردن اور مصر کی بندر گاہوں تک اپنا مال پہنچاتے تھے۔

بری راستے عدن اور حضر موت سے مآرب پر جا کر ملتے تھے اور پھر وہاں سے ایک شاہراہ مکہ جدہ یثرب العلا، تبوک اور ایلہ سے گزرتی ہوئی پیٹرا تک پہنچتی تھی۔ اس کے بعد ایک راستہ مصر کی طرف، دوسرا شام کی طرف جاتا تھا اس بری راستے پر جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ یمن سے حدود شام تک سبائیوں کی نو آبادیاں مسلسل قائم تھیں اور شب و روز ان کے تجارتی قافلے یہاں سے گزرتے رہتے تھے آج تک ان میں سے بہت سی نو آبادیوں کے آثار اس علاقے میں موجود ہیں اور وہاں سبائی اور حمیری زبان کے کتبے بھی مل رہے ہیں۔

پہلی صدی عیسوی کے لگ بھگ زمانے میں اس تجارت پر زوال آنا شروع ہو گیا مشرق اوسط میں جب رومنوں کی طاقت پر سلطنتیں قائم

ہوئیں تو شور مچنا شروع ہوا کہ عرب تاجر اپنی اجارہ داری کے باعث مشرق کے تجارت کی من مانی قیمتیں وصول کر رہے ہیں اور ضرورت ہے کہ ہم خود میدان میں آگے بڑھ کر اس تجارت پر قبضہ کریں۔

اس غرض کے لئے سب سے پہلے مصر کے یونانی نسل فرمانرواں بطلیموس ثانی نے سن دو سو پچاسی سے سن دو سو چھیالیس قبل مسیح میں اس قدیم نہر کو پھر سے کھولا جو سترہ سو سال پہلے فرعون سیتو ستریس نے دریائے نیل کو بحرہ احمر سے ملانے کے لئے کھدوائی تھی اس نہر کے ذریعے مصری بحری بیڑہ پہلی مرتبہ بحر احمر میں داخل ہوا لیکن سبائیوں کے مقابلے میں یہ کوشش زیادہ کارگر نہ ہوسکی۔

پھر جب مصر پر رومنوں کا قبضہ ہوا تو رومن زیادہ طاقت ورتجارتی بحری بیڑہ بحر احمر میں لے آئے اور اس کی پشت پر انہوں نے ایک جنگی بحری بیڑہ بھی لا کر ڈال دیا اس طاقت کا مقابلہ سبائیوں کے بس میں تھا۔ رومنوں نے جگہ جگہ بندرگاہ پر اپنی تجارتی نوآبادیاں قائم کرلیں ان میں جہازوں کو ضروریات فراہم کرنے کا انتظام تھا جہاں ممکن ہوا اپنے اپنے مسلح دستے بھی وہاں رکھ دیئے حتیٰ کہ ایک وقت وہ آ گیا کہ عدن پر رومنوں کا فوجی تسلط قائم ہوگیا۔

بحری تجارت ہاتھ سے نکل جانے کے بعد صرف بری تجارت سبائیوں کے پاس رہ گئی مگر بہت سے اسباب نے رفتہ رفتہ اس کی کمر ہی توڑ دی۔

پہلے نبطی عربوں نے پیٹرا سے العلاء تک بالائی حجاز اور اردن کی تمام نوآبادیوں سے سبائیوں کو نکال باہر کیا پھر سن ایک سو چھ میں رومنوں نے نبطی سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور حجاز کی سرحد تک شام اردن کے تمام علاقوں پر قبضہ کرلیا اس طرح یہ علاقے ان کے مضبوط ہاتھوں میں چلے گئے۔ اس کے بعد حبشہ اور روم کی متحدہ کوشش یہ رہی کہ سبائیوں کی باہمی کشمکش سے فائدہ اٹھا کر ان کی تجارت کو بالکل تباہ کرلیا جائے اسی بناء پر حبشی بار بار یمن میں مداخلت کرتے رہے یہاں تک کہ آخر کار انہوں نے پورے ملک پر قبضہ کرلیا۔

اس طرح اللہ تعالٰی کے غضب نے اس قوم کو انتہائی عروج سے گرا کر اس گڑھے میں پھینک دیا جہاں سے پھر کوئی قوم کبھی سر نہیں نکال سکی ایک وقت تھا کہ اس کی دولت کے افسانے سن سن کر یونان اور روم والوں کے منہ میں پانی بھر آتا تھا۔

اسٹرابو لکھتا ہے کہ یہ لوگ سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے تھے اور ان کے مکانوں کی چھتوں، دیواروں، دروازوں تک میں ہاتھی دانت سونے چاندی اور جواہرات کا کام بنا ہوا تھا۔

پلینی کہتا ہے کہ روم اور فارس کی دولت ان ہی کی طرف چلی جاتی تھی یہ اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ مالدار قوم تھی ان کا سرسبز اور شاداب ملک باغات کھیتوں اور مویشیوں سے بھرا ہوا تھا۔

میڈورس کہتا ہے کہ یہ لوگ عیش میں مست ہو رہے تھے اور جلانے

کی لکڑی کے بجائے دار چینی صندل اور دوسری خوشبودار لکڑیاں جلاتے تھے اس طرح دوسرے یونانی مورخین روایت کرتے ہیں کہ ان کے علاقے کے قریب ساحل سے گزرتے ہوئے تجارتی جہازوں تک خوشبو کی لپٹیں پہنچتی تھیں انہوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ صنعاء کے بلند پہاڑی مقام پر وہ فلک شگاف عمارت تعمیر کی جو قصر غمدان کے نام سے صدیوں تک مشہور رہی ہے۔

عرب مورخین کا بیان ہے کہ اس کی بیس منزلیں تھیں اور ہر منزل چھتیس فٹ بلند تھی یہ سب کچھ بس اس وقت تک رہا جب تک اللہ کا فضل ان کے شامل حال رہا۔ آخر جب انہوں نے کفران نعمت کی حد کر دی تو رب قدیر کی نظر عنایت ہمیشہ کے لئے ان سے پھر گئی اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

جہاں تک کلدانیوں کا تعلق ہے تو یہ بھی عرب تھے سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے پہلے انہوں نے بابل پر اپنی حکومت قائم کی اس کے بعد آشوری عربوں کی حکومت نینوا میں کمزور پڑ گئی تب نینوا پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا ایسا کرنے والا کلدانیوں کا بادشاہ نیبو پولاس تھا اس نے شام اور فلسطین کو بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا جبکہ شام اور فلسطین پر مصری اپنا حق سمجھتے تھے اور جب نیبو پولاس نے شام اور فلسطین پر قبضہ کیا تب مصر کا فرعون نخاؤ دوئم موقع پا کر حرکت میں آیا شام اور فلسطین پر قابض ہو گیا ایسا کرنے کے بعد وہ دریائے فرات کی طرف بڑھا اور کارچمس کے مقام

پر ڈیرے ڈالے۔

بابل کے کلدانی بادشاہ نیبو پولاس نے اپنے مقبوضات نخاؤ سے واپس لینے کے لئے لشکر تیار کیا لیکن دفعتاً بیمار ہو جانے کی وجہ سے خود پیش قدمی نہ کر سکا۔

آخر کار اپنے بیٹے بخت نصر دوئم کو اس مہم پر مامور کیا بخت نصر مصر پر فوج کشی کرنے کے لئے نکلا اور کارچمس کے مقام پر اس کی فرعون نخاؤ کے ساتھ مڈ بھیڑ ہوئی جس میں بخت نصر نے مصریوں کو بدترین شکست دی اور فاتح بن کر نمودار ہوا۔

بخت نصر کے مقابلے میں فرعون نخاؤ نے پسپائی اختیار کی بخت نصر اس کے تعاقب میں مصر کی سرحدوں تک پہنچنا ہی چاہتا تھا کہ اسے اپنے باپ کی موت کی خبر ملی اسے اب یہ خطرہ لاحق ہی تھا کہ بابل میں کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو، ناچار اس نے فرعون نخاؤ سے اس شرط پر کہ وہ شام اور فلسطین سے دستبردار ہو جائے گا صلح کر لی اور خود وہاں سے لوٹ آیا۔

چنانچہ باپ کی وفات کے بعد بخت نصر تخت نشین ہوا اس کے عہد میں بابل پر امن رہا امن اور عافیت کے دور میں بخت نصر نے تعمیرات کی طرف توجہ کی جن کا مختصر سا ذکر کچھ اس طرح ہے۔

بخت نصر کا خیال تھا کہ بابل کو دنیا کا حسین ترین شہر بنا دے سب سے پہلے اس نے شہر کے ارد گرد ایک دیوار بنائی جس کا گھیرا اپچاس میل تھا یہ دیوار اتنی چوڑی تھی کہ اس کے اوپر دو رتھ ایک ساتھ دوڑائے جا سکتے

تھے اس دیوار میں کانسی کے بنے ہوئے دوسو پچاس مینار بھی تھے۔ بادشاہ کا محل ایک وسیع چبوترے پر قائم ہوا تھا جو سطح زمین سے بہت اونچا تھا۔ اس میں بڑے بڑے ہال اور سینکڑوں کمرے تھے ان کمروں کے آگے بڑے بڑے برآمدے تھے دیواروں پر فاتحانہ کارناموں کی رنگین تصویریں بنائی گئی تھیں کمروں کے رنگ وروغن زرق برق کپڑوں کی طرح جھلمل جھلمل کرتے نظر آتے تھے یہ محل خوب صورتی اور شان وشوکت کا مجسمہ تھا۔ گزرگاہوں کے دونوں طرف قوی ہیکل دیوتاؤں کے مجسمے نسب تھے اور شاہی محل کے پہرے دار خیال کئے جاتے تھے۔

محل کا کام ختم ہوا تو بخت نصر نے قوم سام کے بڑے دیوتا بسل کا بہت بڑا مندر تعمیر کروایا جس کی آٹھ منزلیں تھیں ہر منزل اتنی عظیم الشان تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ آٹھ مندر ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر پیوست کر دیئے گئے ہیں۔

بخت نصر کے حکم سے بابل میں آویزاں باغ بنائے گئے تھے جن کا شمار عجائبات عالم میں شمار ہوتا ہے ان کی تفصیل بیان کرنا اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن دلچسپی کے خیال سے ان کی مختصر سی سرگزشت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

بخت نصر کی ملکہ امیتہ ایران کے بادشاہ کیا کسارہ کی بیٹی تھی جو ہمدان کی رہنے والی تھی۔ ہمدان پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے اس لئے اسے پہاڑی منظر سے قدرتی مناسبت تھی بابل ہر چند کہ بہت خوب

صورت شہر تھا لیکن یہاں کوئی پہاڑ نہ تھا اس لئے امیتہ کچھ اداس سی رہتی تھی۔ بادشاہ نے اداسی کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ بابل میں جدھر نگاہ اٹھتی ہے میدان ہی میدان نظر پڑتا ہے ایک سی میدانی سطح کو دیکھتے دیکھتے اکتا گئی ہوں دل چاہتا ہے اس سرزمین میں بھی پہاڑ ہوں۔

میدانی علاقے میں پہار کا بننا ممکن نہ تھا لیکن بخت نصر چاہتا تھا کہ ملکہ کی آرزو پوری ہو اس کے حکم پر ملک کے طول وعرض سے دانا پروہت بلائے گئے بادشاہ نے ملکہ کی خواہش ان پر ظاہر کی، پہاڑ ہو تو اس کو کاٹ کر سبزہ زار بنایا جا سکتا ہے لیکن میدان میں پہاڑ بنے تو کیونکر۔

اونچی اونچی چوٹیاں ان پر مہکتے ہوئے سبزہ زار اور بلند وبالا درخت کہاں سے آئے وہ سب حیران تھے ان میں سے ایک پروہت بولا۔

ہماری قدیم کتابوں میں درج ہے کہ بابل میں بڑی بڑی چیزیں بنیں گی اب اہل بابل کو دنیا دیکھ کر حیران ہوگی یہاں تک کہ بابل میں پہاڑ بھی بنے گا پہاڑ پر جنگل اگیں گے اور چشمے پھوٹیں گے۔

کچھ باتیں تو بادشاہ کی سمجھ میں آتی تھیں لیکن پہاڑ کا مسئلہ بہت دشوار تھا ایک پروہت بولا کہ پہاڑ بننا بھی ممکن ہے۔

اس کی تدبیر یہ ہے کہ اونچی اونچی محرابیں بنائی جائیں ان محرابوں پر چھت ڈالی جائے اس چھت پر چاروں طرف جگہ چھوڑ کر اور محرابیں بنائی جائیں اور ان محرابوں پر چھت ڈال دی جائے اس طرح اور محرابیں بنائی جائیں اور ان پر چھتیں ڈالی جائیں اس سلسلے کو اتنا اونچا لے جائیں کہ دور

سے پہاڑ دکھائی دیں۔

بادشاہ کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔ دوسرے دن یہ کام کرنے کا حکم ہوا اور ہزاروں مزدور دن رات کام کرنے لگے باغوں کی محرابوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ بوجھ سہار سکیں محرابوں کی چھتیں سیسے کی موٹی تہیں جما کر تیار کی گئی تھیں چھتوں کے اوپر مٹی کی بہت سی موٹی تہہ جمائی گئی۔ چھتوں کی کھلی روشوں پر ایشیا بھر سے پھول پودے لگائے گئے یہ چھتیں تعداد میں ساٹھ تھیں سب سے اوپر کی چھت زمین سے تین سو پچاس فٹ اونچی اور چار سو فٹ لمبی تھی۔ چھتوں کے نیچے محرابوں کے اندر آرام گاہیں تھیں۔

ان میں نہایت خوب صورت اور چمکدار رنگوں سے نقش نگار کئے گئے تھے آرام اور آسائش کے تمام شاہانہ انتظامات موجود تھے محرابوں کے اوپر ہری ہری بیلیں چڑھی ہوئی تھیں ایک چھت سے دوسری چھت پر جانے کے لئے چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں اور روشیں بنائی گئی تھیں جیسے پہاڑ کاٹ کر بنائی جاتی ہیں۔

مصنوعی پہاڑ بھی بن گیا درخت اگ آئے چمن زار کھل گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ باغوں کو پانی کیسے دیا جاتا ان باغوں کو سیراب کرنے کا طریقہ بھی بڑا دلچسپ تھا سب سے اوپر کی چھت پر ایک بہت بڑا تالاب بنایا گیا تھا۔ اس تالاب میں نلکوں کے ذریعے دریائے فرات کا پانی بھرا جاتا تھا پمپ دن رات چلتے تھے اور پانی کی مقدار میں کبھی کمی نہ

آنے دی جاتی تھی اس تالاب کے پانی سے چشمے بہتے تھے اور فوارے چھوڑتے تھے باغ ان ہی چشموں سے سیراب ہوتے تھے۔

ان باغوں کے اونچے اونچے درخت ہواؤں کے جھونکوں سے ہلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ کا پہاڑ ہل رہا کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے سدا بہار باغوں کو آویزاں کر کے زمین کی سطح تک پہنچا دیا گیا ہے اسی وجہ سے اسے بابل کے آویزاں باغ کہا جاتا ہے۔

تعمیر کے فن کا یہ عظیم الشان نمونہ دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہونے لگا بابل کے آویزاں باغ تو زمانے کے دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکے لیکن ان کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں اسی بخت نصر نے ایک عظیم بند بھی بنوایا تھا جو دجلہ سے فرات تک بڑھتا چلا گیا تھا یہ وہ کلدانی تھے جنہوں نے بابل میں اتنا عروج حاصل کیا کہ انہوں نے نینوا پر بھی قبضہ کر کے اپنی سلطنت کی عظمت کو عروج پر پہنچا دیا۔

بہر حال بقول محققین جب اہل سبا اور اکادیوں کے ہاتھوں حضرت ایوب کا مال و دولت اور ان کے جانور ختم ہو گئے اور آپ شدید مصائب اور ابتلاء میں مبتلا ہوئے تب سب مال جائیداد و دولت دنیا سے الگ ہو کر ایسی جسمانی ابتلا میں مبتلا ہوئے کہ لوگ پاس آتے ہوئے گھبراتے تھے بستی سے باہر ویران جگہ پر سات سال چند ماہ پڑے کبھی جزع وفزع اور شکایت کا کوئی کلمہ زبان پر نہیں آیا آپ کی نیک بیوی لیہ نے عرض کیا کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ تکلیف دور ہو جائے۔

اپنی بیوی کے یہ الفاظ سن کر حضرت ایوب نے فرمایا۔

میں نے ستر سال صحیح تندرست حالت میں اپنے خدا کی بے شمار نعمتوں اور دولت کے انبار میں گزارے ہیں کیا اس کے مقابلے میں سات سال کی مصیبت کے دن گزرنے مشکل ہیں۔

پیغمبرانہ عزم ضبط، صبر تحمل کا یہ عالم تھا، دعا کرنے کی بھی ہمت نہ کرتے تھے کہ کہیں صبر کے خلاف نہ ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور اپنی تکلیف پیش کرنا بے صبری میں داخل نہیں۔

آخر کوئی ایسا سبب پیش آیا جس نے ان کو دعا کرنے پر مجبور کر دیا اور یہ دعا ہی تھی کوئی بے صبری نہ تھی حق تعالیٰ نے ان کے کمال صبر پر اپنے کلام میں مہر ثبت فرما دی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ایوب کی دعا قبول ہوئی اور ان کو حکم ہوا کہ زمین پر ایڑی لگائیے یہاں سے صاف پانی کا چشمہ پھوٹے گا اس سے غسل کیجئے اور اس کا پانی پیئیں تو یہ سارا مرض چلا جائے گا۔ حضرت ایوب نے اس کے مطابق کیا تمام بدن جو زخموں سے چور تھا۔ بجز ہڈیوں کے کچھ نہ رہا تھا اس چشمے کے پانی سے غسل کرتے ہی سارا بدن کھال اور بال یکا یک اپنی اصل حالت پر آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کا ایک لباس بھیج دیا وہ زیب تن فرمایا اور اس گندی جگہ سے الگ ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔

زوجہ محترمہ حسب عادت ان کی خبر گیری کے لئے آئیں تو ان کو اپنی جگہ پر نہ پا کر رونے لگیں۔ حضرت ایوب جو ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے ان کو نہ پہچانا کہ حالت بدل چکی تھی ان سے پوچھا اے خدا کے بندے کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ بیماری میں مبتلا شخص جو یہاں پڑا رہتا تھا کہاں

چلا گیا۔

کیا بھیڑیوں نے اسے کھالیا اور کچھ دیر تک اس معاملے میں اس سے گفتگو کرتی رہیں یہ سب سن کر حضرت ایوب نے ان کو بتلایا کہ میں ہی ایوب ہوں مگر زوجہ محترمہ نے اب تک بھی نہیں پہچانا کہنے لگی۔

اللہ کے بندے کیا آپ میرے ساتھ تمسخر کرتے ہیں تو حضرت ایوب نے فرمایا کہ غور کرو کہ میں ہی ایوب ہوں اللہ نے میری دعا قبول فرمائی اور میرا سارا مرض درست فرمادیا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا مال و دولت بھی ان کو واپس کردیا اور اولاد بھی عطا کی۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ حضرت ایوب کے سات لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں اور اس بیماری کے دوران میں سب مرگئے چنانچہ اللہ پاک نے انہیں اتنی ہی اولاد اور عطا فرمادی۔

اپنی بیماری سے تندرستی کے لئے حضرت ایوب نے جو دعا مانگی اس دعا کا انداز بھی کمال کا اور انتہا درجہ کا لطیف ہے آپ اپنی دعا میں مختصر ترین الفاظ میں اپنی تکلیف کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد بھی یہ کہہ کر رہ جاتے ہیں کہ تو ارحم الراحمین ہے آگے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں کرتے کوئی عرض مدعا نہیں بیان کرتے کہ کسی چیز کا مطالبہ نہیں اس طرز دعا میں کچھ ایسی شان نظر آتی ہے جیسے کوئی انتہائی صابر اور قانع شریف اور خدادار آدمی جو کہ فاقوں سے بے تاب ہو کر کسی نہایت کریم النفس ہستی کے

سامنے بس اتنا کہہ کر رہ جائے۔

کہ ''میں بھوکا ہوں اور آپ فیاض ہیں'' آگے اس کی زبان سے کچھ نہ نکل سکے۔

آپ نے اپنے رب کو پکار کر کہا کہ ''شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے۔'' اس سے متعلق محققین لکھتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ شیطان نے مجھے بیماری میں مبتلا کردیا ہے اور میرے اوپر مصائب نازل کردیئے ہیں بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ بیماری کی شدت مال و دولت کے ضیاع اور عزیز و اقربا کے منہ موڑ لینے سے میں جس تکلیف اور عذاب میں مبتلا ہوں اس سے بڑھ کر عذاب اور تکلیف اور عذاب یہ شیطان اپنے وسوسوں سے مجھے تنگ کررہا ہے وہ ان حالات میں مجھے اپنے رب سے مایوس کرنے کی کوشش کرتا ہے مجھے اپنے رب کا ناشکرا بنانا چاہتا ہے۔

اور یہ شیطان اس بات کے درپے ہے کہ میں دامن صبر ہاتھ سے چھوڑ بیٹھوں حضرت ایوب کی فریاد کا یہ مطلب دو وجوہ سے قابل ترجیح ہے ایک یہ کہ قرآن مجید کی رو سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو صرف وسوسہ اندازی ہی کی طاقت عطا فرمائی ہے یہ اختیار اس کو نہیں دیئے کہ اللہ کی بندگی کرنے والے کو بیماری میں ڈالے اور انہیں جسمانی اذیتیں دے کر بندگی کی راہ سے ہٹنے پر مجبور کردے۔

دوسرے یہ کہ جہاں حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری کی شکایت

اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں وہاں شیطان کا کوئی ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

اسی دعا کے بعد آپ کو زمین پر پاؤں مارنے کا حکم ملتا ہے پاؤں مارتے ہی ایک چشمہ نکل آتا ہے جس کا پانی پینا اور غسل کرنا حضرت ایوب کے مرض کا علاج تھا۔ اغلب یہ ہے کہ حضرت ایوب کسی سخت جلدی مرض میں مبتلا تھے اور بائبل میں بھی یہی ہے کہ سر سے پاؤں تک ان کا سارا جسم پھوڑوں سے بھر گیا تھا۔

روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بیماری سے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے سوا اور سب نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا حتیٰ کہ اولاد تک ان سے منہ موڑ گئی تھی ان چیزوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا کہ ہم نے ان کو شفا عطا کی تو سارا خاندان ان کے پاس پلٹ آیا پھر ہم نے ان کو مزید اولاد بھی عطا کی۔

یہ دوسرے لوگوں کے لئے ایک سبق ہے بلکہ ایک صاحب عقل آدمی کے لئے عبرت ہے کہ انسان کو نا صرف اچھے حالات میں خدا کو بھول کر سرکش بننا چاہئے اور نہ برے حالات میں مایوس ہونا چاہئے تقدیر کی بھلائی اور برائی سراسر اللہ وحدہ لاشریک کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو آدمی کے بہترین حالات کو بدترین حالات میں تبدیل کردے اور چاہے تو برے سے برے حالات سے اس کو باخیریت گزار کر بہترین

حالات پر پہنچادے، اس لئے بندہ عاقل کو ہر حالت میں اسی پر توکل کرنا چاہئے اور اسی سے آس لگانی چاہئے۔

روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کی حالت میں ناراض ہو کر کسی کو مارنے کی قسم کھالی تھی۔ روایت یہ ہے کہ بیوی کو مارنے کی قسم کھائی تھی اور اس قسم میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تجھے اتنے کوڑے ماروں گا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا فرمائی اور حالت مرض کا وہ غصہ دور ہو گیا جس میں یہ قسم کھائی تھی تو ان کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ قسم پوری کرتا ہوں تو خواہ مخواہ ایک بے گناہ کو مارنا پڑے گا اور اگر قسم توڑتا ہوں تو یہ بھی گناہ کا ارتکاب ہے۔

اس مشکل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح نکالا کہ ان کو حکم دیا کہ ایک جھاڑو لو جس میں اتنے ہی تنکے ہوں جتنے کوڑے مارنے کی تم نے قسم کھائی ہے اس جھاڑو سے اس شخص کو صرف ایک ضرب لگادو تاکہ تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے اور اسے ناروا تکلیف بھی نہ پہنچے۔ بعض فقہا اس روایت کو حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص سمجھتے ہیں اور بعض فقہاء دوسرے لوگ بھی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

پہلی رائے ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کی اور امام مالک کی بھی رائے یہی ہے۔ دوسری رائے کو امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام شافعی نے اختیار کیا وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مثلاً اپنے خادم کو دس کوڑے مارنے کی قسم کھا بیٹھتا ہے اور بعد میں دسوں کوڑے ملا

کر صرف اسے ایک ضرب اس طرح لگا دے کہ ہر کوڑے کا کچھ نہ کچھ حصہ اسے ضرور لگ جائے تو اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسے زانی پر حد قائم کرنے کے معاملے میں بھی اس آیت کا بتایا ہوا طریقہ استعمال فرمایا ہے جو اتنا بیمار اتنا ضعیف ہو کہ سو دروں کی مار برداشت نہ کر سکے۔

علامہ ابو بکر نے حضرت سعید بن سعد بن عبادہ سے روایت نقل کی ہے کہ قبیلہ بنی سعد میں ایک شخص زنا کا مرتکب ہوا وہ ایسا مریض تھا کہ بس ہڈی اور چمڑا رہ گیا تھا پھر حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا۔

کھجور کا ایک ٹہنا لو جس میں سو شاخیں ہوں اور اس سے بیک وقت اس شخص کو مارو۔

دوسری کتب حدیث میں بھی اس کی تائید کرنے والی کئی حدیثیں موجود ہیں جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مریض اور ضعیف پر حد جاری کرنے کے لئے یہ طریقہ مقرر فرمایا تھا۔ البتہ اس کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ ہر شاخ یا ہر تنکا کچھ نہ کچھ مجرم کو لگ جانا چاہئے اور ایک ہی ضرب صحیح ہے مگر وہ کسی نہ کسی حد تک مجرم کو چوٹ لگانے والی بھی ہونی چاہئے یعنی محض چھو دینا بھی کافی نہیں بلکہ مارنا ضروری ہے۔

یہاں محققین یہ بحث بھی پیدا کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک بات

کی قسم کھا بیٹھا ہو اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ نامناسب بات ہے تو اسے کیا کرنا چاہئے۔

حضور اکرم ﷺ سے ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس صورت میں آدمی کو وہی کرنا چاہئے جو بہتر ہو اور یہی اس کا کفارہ ہے۔

دوسری روایت حضور ﷺ سے یہ ہے کہ اس نامناسب کام کے بجائے آدمی وہ کام کرے جو اچھا ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے کیونکہ ایک نامناسب کام کرنا ہی اگر قسم کا کفارہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام سے یہ نہ فرماتا کہ تم ایک جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لو بلکہ یہ فرماتا کہ تم یہ نامناسب کام نہ کرو اور اسے نہ کرنا ہی تمہاری قسم کا کفارہ ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی نے جس بات کی قسم کھائی ہو اسے فوراً پورا کرنا ضروری نہیں۔ حضرت ایوب نے قسم بیماری کی حالت میں کھائی تھی اور اسے پورا تندرست ہونے کے بعد کیا اور تندرست ہونے کے بعد بھی فوراً ادا نہیں کر دیا۔

بعض لوگوں نے اس آیت کو حیلہ شرعی کے لئے دلیل قرار دیا ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ایک حیلہ بھی تھا جو حضرت ایوب کو بتایا گیا تھا لیکن وہ کسی فرض سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ ایک برائی سے بچنے کے لئے بتایا گیا ہے لہٰذ شریعت میں صرف وہی حیلے جائز ہیں جو آدمی کو اپنی ذات یا کسی دوسرے شخص کو ظلم گناہ اور برائی کو دفعہ کرنے کے لئے اختیار کئے

جا سکیں ورنہ حرام کو حلال کرنے یا فرائض کو ساکت کرنے یا نیکی سے بچنے کے لئے حیلہ سازی گناہ در گناہ ہے۔

بلکہ اس کے ڈانڈے کفر سے جا ملتے ہیں کیونکہ جو شخص ان ناپاک اغراض کے لئے حیلہ کرتا ہے وہ گویا خدا کو دھوکہ دینا چاہتا ہے مثلاً جو شخص زکوٰۃ سے بچنے کے لئے سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال کسی اور کی طرف منتقل کر دیتا ہے وہ محض ایک فرض سے ہی فرار نہیں کرتا وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس ظاہری فعل سے دھوکہ کھا جائے گا اور اسے فرض سے سبکدوش سمجھ لے گا۔

جن فقہاء نے اس طرح کے حیلے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احکام شریعت سے جان چھڑانے کے لئے یہ حیلہ بازیاں کرنی چاہئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک گناہ کو قانونی شکل دے کر بچ نکلے تو قاضی یا حکم سے تو بچ جائے گا لیکن اس کا معاملہ خدا کے حوالے ہے۔

اس سارے معاملے کا ذکر اس سیاق وسباق کے ساتھ بتانے کے لئے کیا گیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے جب مصائب اور پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے رب سے سراپا شکوہ نہیں ہوتے بلکہ صبر کے ساتھ اس کی ڈھالی ہوئی آزمائشوں کو برداشت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں ان کا طریقہ یہ نہیں ہوتا کہ اگر کچھ مدت تک خدا سے دعا مانگتے رہنے پر بلا نہ ٹلے تو پھر اس سے مایوس ہو کر دوسروں کے آستانوں پر ہاتھ پھیلانا

شروع کر دیں بلکہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ملتا ہے اللہ ہی کے ہاں سے ملتا ہے اس لئے مصیبتوں کا سلسلہ چاہے کتنا ہی دراز ہو وہ اسی کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔

اسی لئے وہ ان الطاف اور عنایات سے سرفراز ہوتے ہیں جن کی مثال حضرت ایوب کی زندگی میں ملتی ہے حتیٰ کہ وہ کبھی مضطرب ہو کر کسی اخلاقی مخمصے میں پھنس بھی جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں برائی سے بچانے کے لئے ایک راہ نکال دیتا ہے جس طرح اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے نکال دی تھی۔

پیغمبرانہ خدا کی تمام سرفرازیوں کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کے اندر دنیا طلبی اور دنیا پرستی کا شائبہ تک نہیں ہوتا ان کی ساری فکر وسعی آخرت کے لئے ہوتی ہے وہ خود بھی اس کو یاد رکھتے ہیں۔ دوسروں کو بھی یاد دلاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ انہیں وہ عظیم مرتبہ عزت اور احترام فرماتا ہے جو دنیا بنانے کی فکر میں منہمک رہنے والے لوگوں کو نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت ایوبعلیہ السلام کی اس بیماری اور پھر آپ کی دعا اور شیطان کے آزار پہنچانے سے متعلق کچھ محققین نے دوسرے انداز میں بھی اس سے بحث کی ہے۔ مثلاً جہاں قرآن مجید نے فرمایا۔

اور آپ ہمارے بندہ ایوب علیہ السلام کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے آپ کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے اور یہ رنج اور آزار بعض مفسرین کے قول کے مطابق وہ ہے جو امام احمد نے کتاب الزید میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ایوب کی بیماری کے زمانے میں ایک بار شیطان ایک طبیب کی شکل میں حضرت ایوب کی بیوی کو ملا۔ اسے اس نے طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی اس نے کہا اس شرط سے علاج کرتا ہوں اگر ان کو شفا ہو جائے تو تم یوں کہہ دینا کہ یہ شفا میں نے دی ہے اس کے علاوہ میں کچھ نذرانہ نہیں چاہتا اس شرط کے شیطان ؑکے بیان کرنے کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ نے اس کا ذکر حضرت

ایوب سے کیا۔ انہوں نے فرمایا۔

بھلی مانس وہ تو شیطان تھا میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو شفا دے دی تو میں تجھ کو سو کوڑے ماروں گا پس آپ کو سخت رنج پہنچا اس سے کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہراً موجب شرک ہیں۔ گو تاویل سے شرک نہ ہوں اگرچہ حضرت ایوب ازالہ مرض کے لئے پہلے بھی دعا کر چکے تھے مگر اس واقعہ سے اور زیادہ عاجزی اور انکساری سے دعا کی پس خداوند قدوس نے فرمایا ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ چنانچہ انہوں نے زمین پر پاؤں مارا تو وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا ہو گیا۔

اس سے آگے خدا نے فرمایا پس ہم نے ان سے کہا یہ تمہارے لئے نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا یعنی اس میں غسل کرو اور پیو بھی۔ چنانچہ نہانے اور پانی پینے سے آپ اچھے ہو گئے اور پھر خدا نے فرمایا ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا کیا اور ان کے ساتھ گنتی میں ان کے برابر اور بھی دیئے اپنی رحمت خاص کے واسطے سے اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے یعنی کہ اہل عقل بجا طور سے یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو کیسے جزا دیتے ہیں۔

اور اب حضرت ایوب نے اپنی قسم پوری کرنے کا ارادہ کیا مگر چونکہ انہوں نے یعنی آپ کی بیوی نے آپ کی بہت خدمت کی تھی ان سے کوئی

گناہ بھی سرزد نہ ہوا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کے لئے ایک تخصیص فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایوب تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو جس میں سو سینکیں ہوں اور اس سے اپنی بیوی کو مارو اپنی قسم نہ توڑو۔

کچھ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کو صبر کی تلقین کرنے کے لئے سنایا گیا ہے ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا تو بعض حضرات اس سے متعلق کہتے ہیں کہ شیطان کو رنج اور آزار پہنچانے کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ حضرت ایوب جس بیماری میں مبتلا تھے وہ شیطان کے تسلط کی وجہ سے آئی تھی اس کی تفصیل کچھ مورخین اور مفسرین اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ فرشتوں نے حضرت ایوب کی بڑی تعریف کی جس پر شیطان کو سخت حسد ہوا اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اس کے جسم اور مال اولاد پر ایسا تسلط عطا کر دے جس سے میں ان کے ساتھ جو چاہوں کروں۔

اللہ تعالیٰ کو بھی حضرت ایوب کی آزمائش مقصود تھی اس لئے شیطان کو یہ حق دے دیا اور اس نے آپ کو اس بیماری میں مبتلا کر دیا۔

لیکن کچھ محققین اس قصے کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی تشریح کے مطابق انبیاء کو شیطان پر تسلط حاصل نہیں ہو سکتا اس

لئے یہ ممکن نہیں کہ اس نے آپ کو بیمار ڈال دیا ہو۔

بعض حضرات نے شیطان کے رنج پہنچانے کی یہ تشریح کی ہے کہ بیماری کی حالت میں شیطان حضرت ایوب کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالا کرتا تھا اور اس سے آپ کو اور زیادہ تکلیف ہوتی تھی یہاں آپ نے اسی کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس آیت کی سب سے بہتر تشریح وہ ہے جو کچھ مفسرین نے درج ذیل انداز میں کی ہے۔

قرآن کریم میں اتنا تو بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوب کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق ہو گیا تھا لیکن اس مرض کی نوعیت نہیں بتائی گئی۔ احادیث میں بھی اس کی کوئی تفصیل اکرم ﷺ حضور سے منقول نہیں ہے البتہ بعض آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے جسم کے ہر حصے پر پھوڑے نکل آئے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے گھن کی وجہ سے آپ کو کوڑے پر ڈال دیا تھا لیکن بعض محقق اور مفسرین نے ان آثار کو درست تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ انبیاء پر بیماریاں تو آ سکتی ہیں لیکن انہیں ایسی بیماری میں مبتلا نہیں کیا جاتا جس سے لوگ گھن کرنے لگیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری بھی ایسی نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کوئی عام قسم کی بیماری تھی لہٰذا وہ آثار جن میں حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف پھوڑے پھنسیوں کی نسبت کی گئی ہے یا جن میں کہا گیا ہے کہ آپ کو کوڑے پر ڈال دیا گیا تھا روایتاً درروایتاً قابل اعتماد نہیں ہے۔

اور یہ جو آپ نے اپنی بیوی کو مارنے کی قسم پوری کی تو اس سے

متعلق بھی کچھ دیگر مورخین اس طرح بیان کرتے ہیں۔

اس واقعے سے یہ معلوم ہوا اگر کوئی شخص کسی کو سوقمچیاں مارنے کی قسم کھالے اور بعد میں سوقمچیاں الگ الگ مارنے کے بجائے تمام قمچیوں کا ایک گٹھا بنا کر ایک ہی مرتبہ ماردے تو اس سے قسم پوری ہو جاتی ہے اس لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا یہی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے لیکن جیسا کہ علامہ ابن حمام نے لکھا ہے اس کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ اس شخص کے بدن پر قمچی طولاً یا عرضاً ضرور لگ جائے دوسرے یہ کہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور ہو اگر اتنے ہلکے سے قمچیاں بدن کو لگائی گئیں کہ بالکل تکلیف نہ ہو تو قسم پوری نہیں ہو گی۔

اس سے مفسرین دوسری بات یہ نکالتے ہیں کہ کسی نامناسب یا مکروہ بات سے بچنے کے لئے کوئی شرعی حیلہ اختیار کیا جائے تو وہ جائز ہے ظاہر ہے حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں قسم کا اصل تقاضا یہ تھا کہ آپ اپنی زوجہ مطہرہ کو پوری سو قمچیاں ماریں لیکن کیونکہ ان کی زوجہ محترمہ بے گناہ تھیں اور انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بے مثال خدمت کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت ایوب کو ایک حیلہ کی تلقین فرمائی اور یہ تصریح کر دی کہ اس طرح ان کی قسم نہیں ٹوٹے گی اس لئے یہ واقعہ حیلہ کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

ساتھ ہی کچھ مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قسم کے حیلے اسی وقت جائز ہوتے ہیں جب کہ انہیں شرعی مقاصد ابطال کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

اگر حیلہ کا مقصد یہ ہو کہ کسی حقدار کا حق باطل کیا جائے کسی فعل حرام کو اس کی روح برقرار رکھتے ہوئے اپنے لئے حلال کر لیا جائے تو ایسا حیلہ بالکل ناجائز ہے مثلاً زکوٰۃ سے بچنے کے لئے بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال کے ختم ہونے سے ذرا پہلے اپنا مال بیوی کی ملکیت میں دے دیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد بیوی نے شوہر کی ملکیت میں دے دیا اور جب اگلا سال ختم ہونے کے قریب ہوا تو پھر شوہر نے بیسوی کو ہبہ کر دیا اس طرح کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ایسا کرنا کیونکہ مقاصد شرعیہ کو باطل کرنے کی ایک کوشش ہے اس لئے حرام ہے اور شایداس کا وبال ترک زکوٰۃ کے وبال سے زیادہ ہو۔

ساتھ ہی اس واقعہ سے مورخین یہ بات بھی نکالتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نامناسب غلط یا ناجائز فعل پر قسم کھالے تو قسم ہو جاتی ہے اور اس کے توڑنے پر بھی کفارہ آتا ہے ظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں کفارہ نہ آتا تو حضرت ایوب کو یہ حیلہ نہ فرمایا جاتا لیکن ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کسی نامناسب کام پر قسم کھائی جائے تو شرعی حکم یہ ہے کہ اسے توڑ کر کفارہ ادا کر دیا جائے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

جو شخص ایک قسم کھائے پھر بعد میں اس کی رائے یہ ہو کہ اس قسم کے خلاف عمل کرنا زیادہ بہتر ہے تو اسے چاہئے کہ وہ وہی کام کرے جو بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

مقام افسوس اور حیرت ہے کہ بنی اسرائیل نے توریت میں تبدیلی کر کے اپنی طرف سے مختلف حالات کا اضافہ کیا اور حضرت ایوب علیہ السلام جیسے محترم پیغمبر پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کیں ایک طرف وہ ان کی تعریف بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف ان پر ایسے ایسے الزامات اور ان سے ایسی من گھڑت باتیں منسوب کرتے ہیں جن کا کسی پیغمبر اور نبی سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہو سکتا۔

توریت ایک طرف کہتی ہے کہ عوج کی سرزمین میں ایوب نام کا ایک شخص تھا وہ شخص کامل اور راست باز تھا خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا اس کے ہاں سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

اس کے پاس سات ہزار بھیڑیں، تین ہزار اونٹ اور پانچ سو جوڑی بیل اور پانچ سو گدھیاں اور بہت سے نوکر چاکر تھے ایسا کہ اہل مشرق میں وہ سب سے بڑا آدمی تھا۔

اس کے بیٹے ایک دوسرے کے گھر جایا کرتے تھے اور ہر ایک اپنے دن پر ضیافت کرتا تھا اور اپنے ساتھ کھانے پینے کو اپنی تینوں بہنوں کو بلوا بھیجتے تھے اور جب ان کی ضیافت کے دن پورے ہو جاتے تو ایوب انہیں بلوا کر پاک کرتا اور صبح سویرے اٹھ کر ان سبھوں کے شمار کے موافق قربانیاں..

چڑھاتا تھا کیونکہ ایوب کہتا تھا کہ شاید میرے بیٹوں نے کچھ خطا کی ہو اور اپنے دل میں خدا کی نافرمانی کی ہو ایوب ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتا تھا۔

اور ایک دن خدا کے حضور فرشتے حاضر ہوئے اور ان کے درمیان شیطان بھی آیا اور خدا نے شیطان سے پوچھا تو کہاں سے آتا ہے شیطان نے خدا کو جواب دیا کہ زمین پر ادھر ادھر گھومتا پھرتا اور اس پر سیر کرتا ہوا آیا ہوں۔

خدا نے شیطان سے کہا کیا تو نے میرے بندہ ایوب کے حال پر کچھ غور کیا کیونکہ زمین پر اس کی طرح کامل اور راست باز آدمی جو خدا سے ڈرتا ہو اور بدی سے دور رہتا ہو کوئی نہیں۔

شیطان نے خدا کو جواب دیا کیا ایوب یونہی خدا سے ڈرتا ہے کیا تو نے اس کے اور اس کے گھر کے گرد اور جو کچھ اس کا ہے اس نے سب کے گرد چاروں طرف باڑ نہیں بنائی ہے تو نے اس کے ہاتھ کے کام میں برکت بخشی ہے اور اس کے گلے بڑھ گئے ہیں۔

پر تو ذرا اپنا ہاتھ بڑھا کر جو کچھ اس کا ہے اسے چھو ہی لے تو کیا وہ تیرے منہ پر تیری تکفیر نہ کرے گا۔ خدا نے شیطان سے کہا دیکھ اس کا سب کچھ تیرے اختیار میں ہے صرف اس کو ہاتھ نہ لگانا تب وہ خدا کے سامنے سے چلا گیا۔

اور ایک دن جب اس کے بیٹے اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھا رہے تھے اور مے نوشی کر رہے تھے تو ایک قاصد نے ایوب

کے پاس آ کر کہا بیل ہل میں جتے تھے اور گدھے ان کے پاس چر رہے تھے کہ سبا کے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تہہ تیغ کیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا تا کہ تجھے خبر دوں۔

وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور قاصد بھی آ کر کہنے لگا۔

خدا کی آگ آسمان سے نازل ہوئی اور بھیڑوں اور نوکروں کو جلا کر بھسم کر دیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ گیا تجھے خبر دوں۔

اور ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور ابھی آ کر کہنے لگا کہ دشمن کے تین غول ہو کر اونٹوں پر آ گرے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تہہ تیغ کیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔

وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آ کر کہنے لگا۔

تیرے بیٹے اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھا رہے تھے اور مے نوشی کر رہے تھے کہ بیابان سے ایک بڑی آندھی چلی اور اس گھر کے چاروں کونوں پر ایسے زور سے ٹکرائی کہ وہ پورا گھر ان لوگوں پر گر پڑا اور وہ مر گئے اور فقط میں ہی بچ نکلا ہوں تا کہ تجھے خبر دوں۔

تب ایوب نے اٹھ کر اپنا پیراہن چاک کیا اور سر منڈوایا اور زمین پر گر کر سجدہ کیا اور کہا ننگا میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس جاؤں گا خدا نے دیا اور خدا نے لے لیا خدا کا نام مبارک ہو، ان سب باتوں میں ایوب نے نہ تو گناہ کیا نہ خدا پر بے جا کوئی الزام لگایا۔

نبی اور نبوت کا مقام تو بڑا اعلیٰ ارفع اور محترم ہوتا ہے جسے خدائے واحد اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے چن لیتا ہے اس پر وحی آتی ہے خدا نبی سے براہ راست ہمکلام ہوتا ہے اور یہ نبی ہی ہیں جن پر خدا کتب اور نئی شریعت نازل کرتا ہے۔

اور پھر جب کسی فرد کو نبوت کے لئے چن لیا جائے تو نیکی اور خیر میں خدا کا نائب ہوتا ہے اور ہر قسم کے شر سے بالاتر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ بھی عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے مگر عمل اور ارادے میں ہر قسم کی بدی کے ظہور کو ناممکن بنا دیا جاتا ہے اور ہر حال میں پیغام توحید اور راست بازی اقوام کو سناتا ہے اقوام اس کی نافرمانی کرتی ہیں مگر وہ ثابت قدم رہتا ہے۔

اسی بناء پر خدا نے بنی نوح انسان کی بہتری اور بھلائی کے لئے دنیا میں بہت سے نبی بھیجے پہلے نبی حضرت آدم اور آخر میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے نبی کے خلاف شکوہ شکایت کرنا اس پر الزام تراشی کرنا گویا نبی کی نبوت سے انکار کرنا ہے اور نبی کی نبوت سے انکار گناہ میں شمار

کیا جاتا ہے۔ نبیوں کے بھیجنے کی وجہ خود خدائے واحد نے قرآن کی آیات میں فرمایا ہے کہ:

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور بنی اسرائیل کے لئے راہنما مقرر کیا کہ میرے سوا کسی اور کو کارساز نہ ٹھہرانا۔"

اسی طرح کا ایک ارشاد سورۂ بقرہ میں بھی ہے اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ "جو کوئی اللہ، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیکل کا دشمن ہو تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔"

پھر سورۂ آل عمران میں فرمایا۔ "اللہ نے آدم، نوح اور ابراہیم کے گھرانے اور ان کے خاندانوں کو قوموں میں چن لیا۔" اسی سورہ میں خدا کا ارشاد ہے کہ تمام نبیوں پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور ان کی مدد کرنا ہوگی۔" یہ عہد اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والے نبیوں سے سابقہ نبیوں کے بارے میں لیا۔

نبی اور رسول خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک طرح سے رابطہ ہوتے ہیں لہٰذا جس جس قوم کی طرف بھی نبی اور رسول کو مبعوث کیا گیا ہے ان قوموں کا فرض بنتا تھا کہ وہ اپنے نبیوں کی پیروی کریں کہ اسی میں عافیت ہوتی ہے اور وہ لوگ جو رسولوں کی پیروی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ دوسروں سے الگ کر دیئے جائیں گے تاکہ یہ لوگ بھی پراگندہ نہ ہوں اور جو رسولوں کی اطاعت کریں گے وہ اللہ کی اطاعت کریں گے اس بارے میں خدا کی ہدایات واضح اور اٹل ہیں۔

مگر تاریخ شاہد ہے کہ دنیا نے اپنی گمراہی اور سخت گیری کے باعث بہت سے نبیوں کو خاک اور خون میں نہلا دیا ان پر ظلم و ستم ڈھائے۔ بعض کو اللہ نے بڑے بڑے معجزات سے گزارا اور منکروں پر حکومت دی۔

لیکن بنی اسرائیل نے بے شمار نبیوں پر ناحق ظلم ڈھائے اور انہیں قتل کیا اور جوان کے ہاتھوں خون ہوا اللہ اس کا حساب یوم محشر کو کرے گا۔ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ناحق قتل کے بارے میں سورہ آل عمران اور اس کے علاوہ بہت سی سورتوں میں پوچھتا ہے۔

کہ ان کے خون سے ناحق ہاتھ کیوں رنگے گئے جبکہ وہ قوموں میں تفرقہ ختم کرنے اور راہنمائی کے لئے بھیجے گئے تھے اس کے ان بندوں پر ظلم و جور کرنے والے بعض تو جہان فانی میں ہی گھٹ گھٹ کر سسک سسک کر مرے اور باقیوں سے روز مکافات کو سمجھے گا۔

بنی اسرائیل کو بدی برائی کا یہ سب سے بڑا اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے پیغمبروں پر نا صرف مظالم کئے، ان کی لائی ہوئی ہدایت کو ٹھکرایا ان پر طرح طرح کے الزام لگائے اور ان کی ہدایت کو گمراہی سے تشبیہ دی، بہت سوں پر گناہ کبیرہ تک کی الزام تراشیاں کیں، ان گنت کو موت کے گھاٹ اتارا اور اسی پر بس نہیں کی کہ خدا نے جو ہدایت کتابوں کی صورت میں بنی اسرائیل پر نازل کیں ان یہودیوں نے پیغمبروں کی لائی ہوئی ان کتابوں کے اندر بھی تبدیلی کر دی۔

انہی یہودیوں نے حضرت نوح پر گناہ کبیرہ کی الزام تراشی کی،

انتہائی گھناؤنی بدی کا الزام حضرت لوط اور آپ کی بیٹیوں پر لگایا اسی طرح کی الزام تراشیاں انہوں نے حضرت ایوب پر بھی کیں لیکن قرآن مجید کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس میں نہ کسی نے تبدیلی کی نہ اس میں کوئی تخریب ہوئی نہ اضافہ ہوا نہ کمی ہوئی نہ کسی پیغمبر پر الزام تراشی کی اور خدا نے جس طرح اس مقدس کتاب کو نازل کیا ویسی کی ویسی اب بھی یہ مسلمانوں کے ہاتھوں اور ان کے سینوں میں محفوظ ہے۔ یہودی جہاں حضرت ایوب پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتے ہیں انہیں خدا کے خلاف زبان کھولنے والا کہتے ہیں وہاں قرآن مجید کمال اعلیٰ درجے کے پیرائے میں خدا کی طرف سے اپنے بندے سے متعلق تفصیل کہتا ہے قرآن کہتا ہے۔

اور ایوب کا معاملہ بھی یاد کرو جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدایا تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں ہے بس ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور اس کا دکھ دور کر دیا اور اس کو اس کا کنبہ اس کی عقل کے ساتھ اپنی رحمت سے اور اپنے عبادت گزار بندوں کی نصیحت کے لئے عطا کر دیا۔

اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کے معاملے کو جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو شیطان نے ایذا اور تکلیف کے ساتھ ہاتھ لگایا ہے تب ہم نے ان سے کہا اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار سو اس نے ایسا ہی کیا اور چشمہ زمین سے ابل پڑا تو ہم نے کہا یہ ہے نہانے کی جگہ ٹھنڈے اور پینے کی اور ہم نے اس کو اہل و عیال عطا کئے اور ان کی مانند اور زیادہ اپنی

مہربانی سے اور یادگار بننے کے لئے عقل مندوں کے لئے اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھہ لے اور اس سے مار اور اپنی قسم لیں جھوٹا نہ ہو بے شک ہم نے اس کو صبر کرنے والا پایا اور وہ اچھا بندہ ہے بے شک وہ خدا کی جانب بہت رجوع کرنے والا ہے۔

ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ کو اگرچہ بہت مختصر اور سادہ طرز میں بیان کیا گیا ہے لیکن بلاغت اور معنی کے لحاظ سے واقعات کے جس قدر بھی صحیح اور اہم اجزاء تھے ان کو ایسے اعجاز کے ساتھ ادا کیا کہ سفر ایوب کے ضخیم طویل صحیفے میں بھی وہ بات نظر نہیں آتی۔

ایک پاک اور مقدس انسان جو خدا کے ہاں انبیاء اور رسل کی جماعت میں شامل ہے اور اس کا نام ایوب علیہ السلام ہے وہ دولت ثروت اور کثرت اہل و عیال کے لحاظ سے بھی خوش بخت تھے مگر یکا یک امتحان اور آزمائش کا وقت آ گیا اور متاع مال اور اہل و عیال اور جسم و جان سب کو مصیبت نے آ گھیرا مال و متاع برباد ہوا اہل و عیال ہلاک ہوئے جسم جان کو سخت روگ لگ گیا تب بھی نہ اس نے شکوہ کیا اور نہ شکایت بلکہ صبر اور شکر کے ساتھ خدا کے حضور میں صرف عرض حال کیا۔

اور پھر عرض حال میں پاس ادب کا عالم یہ ہے کہ یہ نہیں کہا تو نے مجھے مصیبت میں ڈال دیا کیونکہ اس کو علم ہے کہ تکلیف اور عذاب تو خدا ہی کی مخلوق ہیں مگر شیطانی اسباب پر ظہور پذیر ہوتے ہیں اس لئے یہ کہا۔

شیطان نے مجھ کو تکلیف اور عذاب کے ساتھ چھو لیا اور پھر عرض

حال کے لئے نہایت عجیب ولطیف اور بلیغ پیرایا بیان اختیار کیا کہ خدایا مجھ کو مصیبت نے آگھیرا ہے اور تو مہربانی میں سب سے بڑا مہربان ہے اور جب اس نے پکارا تو خدا نے سنا اور قبول کیا اور جو مال متاع برباد ہوا اور جو اہل وعیال ہلاک ہوئے خدا نے اسے چند در چند اور اس کو بخش دیئے اور صحت وتندرستی کے لئے چشمہ جاری کیا کہ غسل کرکے چنگا ہوجائے۔

یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ رحمت اس کا ذاتی وصف ہے تا کہ اہل بصیرت ار فرمانبردار بندے اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں اور خدا نے فرمایا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے ایوب کو بڑا ہی صابر پایا وہ بہت اچھا بندہ اور ہماری جانب ہر حال میں رجوع کرنے والا ہے۔

ان چار پانچ آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے جس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ایجاز کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انہیں واقعات کو بیان کرنے میں سفر ایوب کے طویل بیالیس ابواب اور کئی سو آیات نے جگہ لے لی۔

یہ بنی اسرائیل اور یہود کی بدبختی اور بدقسمتی ہے کہ ان کے علماء جب اپنے آپ کو کسی بدی کسی برائی، کسی گھناؤنے فعل میں ملوث کرتے تھے تو اپنے اس گناہ کو چھپانے کے لئے وہ اپنے مختلف پیغمبروں پر ویسی ہی الزام تراشیاں کردیا کرتے تھے اور اپنے لوگوں سے کہتے تھے جو برا فعل انہوں نے کیا ہے یہ فعل فلاں فلاں پیغمبر بھی کرتا رہا ہے گویا برائی کرنے

کے لئے اپنی قوم میں وہ راستہ اور جواز بنالیا کرتے تھے اور یہی ان کا طریقہ کار تھا۔اس طرح انہوں نے اپنی قوم کی کوئی راہنمائی اور ہدایت کا سامان نہیں کیا بلکہ انہیں گمراہی کے ایسے گڑھے میں لا پھینکا جہاں سے نکلنا ان کے لئے ممکن ہی نہیں تھا اور اگر وہ حقانیت سے کام لیتے خدا کے احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتے اپنے آپ کو گناہ میں ملوث نہ کرتے تو وہ نبوت کا بھی احترام کرتے اور نبیوں کو بھی صاحب احترام خیال کرتے ہوئے ان پر الزام تراشیاں نہ کرتے ،اس لئے کہ نبی اور اس کی نبوت ہر حال میں قابل احترام اور پیروی کے قابل ہوتی ہے اس لئے کہ نبوت انہی کو ملتی ہے جس میں اس کا حوصلہ اور کردار ہوتا ہے جب بنی آدم گمراہی میں پڑ جاتے ہیں ایسے فعل اس میں گھر کر جاتے ہیں جو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں کسی کو چن لیتا ہے اور اسے راہ حق بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندوں کی راہنمائی کرو۔

یہ توحید کے پیغام کی حامل ہوتی ہے دنیا کے تمام اسرار ورموز کو ظاہر کرتے ہوئے اسے فانی قرار دے دیا جاتا ہے کہ نبوت کی روح سے حقیقی اور ابدی دنیا عرش بریں پر ہے یہاں صرف امتحان مقصود ہے جب کسی کو نبوت ملتی ہے تو قوموں میں جو بگڑی ہوئی ہوتی ہیں ان کی راست روی کی وجہ سے دشمن ہوجاتی ہیں مگر اللہ کارساز ہے وہ دشمنی کے منجدھار میں اپنے نبیوں اور رسولوں کی حفاظت کرتا ہے جو کسی کی نبوت پر ایمان نہیں لاتا اس

کے لئے کڑی سزا کی بشارت ہے۔

بنی اسرائیل یعنی یہودیوں نے صرف حضرت نوح علیہ السلام، لوط علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام پر ہی یہ الزام تراشیاں نہیں کیں وہ حضرت موسیٰ کو اپنا سب سے بڑا محسن اولو العزم پیغمبر اور صاحب تقلید رسول مانتے ہیں لیکن ان پر بھی انہوں نے الزام تراشیاں کیں ان پر اپنے بھائی ہارون کو قتل کرنے کا الزام لگایا ان پر یہ بھی الزام لگایا کہ وہ انہیں صحرائے سینا میں مرنے کے لئے مصر سے نکال لایا ہے ان پر یہ بھی الزام لگایا کہ ان کے جسم میں کوئی خرابی یا خامی ہے اور ان پر وہ الزام لگایا کہ وہ جو باتیں کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں اور ہم ان کی بات اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، بہر حال یہ یہودیوں کی بدقسمتی ہے کہ انہوں نے نا صرف اپنی الہامی کتاب یعنی توریت میں طرح طرح کی تبدیلیاں کیں بلکہ اپنے نبیوں اور اپنے رسولوں پر بھی ایسے الزامات لگائے جن الزامات کا کسی پیغمبر، رسول اور نبی سے وابستہ کرنے کا خیال تک ذہن میں نہیں آ سکتا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے اس واقعہ سے مفسرین اور محققین کچھ حقائق اور عبرت خیزیاں بھی سامنے لائے ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

اوّل اسرائیلی روایات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض کے متعلق مبالغہ آمیز روایات درج ہیں اور ان میں سے ایسے امراض کا انتساب کیا گیا ہے جو باعث نفرت سمجھے جاتے ہیں اور جن کی وجہ سے مریض انسان سے بچنا ضروری سمجھتا ہے مثلاً جذام یا پھوڑے پھنسیوں کا اس حد تک پہنچ جانا کہ بدن گل سڑ جائے اور بدبو سے نفرت پیدا ہونے لگے۔

ان روایات کو نقل کرنے کے بعد بعض محققین اور مفسرین نے یہ نقطہ پیدا کیا ہے کہ نبی کو ایسا مرض لاحق ہوتا جو انسانوں کی نگاہوں میں باعث نفرت ہو اور اس کی وجہ سے وہ مریض سے دور بھاگیں اس لئے کہ یہ نبوت کے مقصد تبلیغ اور ارشاد کے منافی ہے اور رشد و ہدایت کے لئے رکاوٹ کا باعث ہے اور پھر اس کے دو جواب یہ بھی دیئے جاتے ہیں ایک

یہ کہ شاید حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ مرض نبوت سے پہلے لاحق ہوا ہو اور مصیبت اور آزمائش پر صبر شکر کے بعد جب ان کو شفا عطا ہوئی تب منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا اور دوسرا جواب یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اسرائیلی روایات غیر مستند اور مبالغہ آمیز ہیں اور قرآن مجید اور احادیث رسول اکرم ﷺ میں اس کے متعلق کوئی تفصیل موجود نہیں ہے لہٰذا نا صرف اس میں ایک مشکل پیدا ہوتی ہے اور نہ اس کے جواب کی ضرورت باقی رہتی ہے اس لئے کہ خدا نے اپنے نبی اپنے رسول اور پیغمبر کو بنی نوع انسان کے سامنے ایک نمونے کے طور پر پیش کرنا ہوتا ہے تا کہ اس کی مخلوق اس نمونے کی پیروی کر کے ہدایت اور راہبری کا سامان حاصل کرے۔

محققین کی رائے یہی ہے اور یہ صحیح اور درست ہے جبکہ قرآن مجید نے مرض کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی اور تمام ذخیرہ حدیث اس کے ذکر سے خالی ہے تو اسرائیلی روایات پر بحث قائم کرنا فضول اور لغو ہے۔

دوئم حضرت ایوب نے جو دعا مانگی کہ شیطان نے مجھے چھوا ہے تو محققین کہتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے اسرائیلی روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمانے کے لئے ان کے مال و منال اہل وعیال حتیٰ کہ ان کے جسم پر بھی شیطان کو قابو دے دیا تھا۔

اور محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ بات پاس ادب کے طور پر فرمائی اس لئے کہ یہ حقیقت ہے کہ خدا کی جانب سے

تو خیر ہی خیر ہے اور جس شے کو ہم شر کہتے ہیں اور ہماری نسبت سے شر ہے ورنہ کائنات کے مجموعی مصالح کے لحاظ سے غور کریں تو اس کو بھی خیر ہی ماننا پڑے گا۔

ہماری زندگی اور ہمارے اعمال کی نسبتیں بعض چیزوں کو شر بنا دیتی ہیں لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ بھی خیر ہی ہوتی ہیں چنانچہ اس حقیقت کے اظہار کے لئے متقی اور پرہیز گار لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب ان کو بھلائی پہنچتی ہے تو اس کی نسبت خدا کی جانب کرتے ہیں اور جب ان پر کوئی برائی حملہ کرتی ہے تو وہ اس کو اپنے نفس کی جانب منسوب کر لیتے ہیں چنانچہ قرآن مقدس میں ایک جگہ اسی مضمون کو اس طرح ادا کیا گیا ہے کہ جب انہیں کوئی اچھائی چھوتی ہے تو خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اپنے نفس سے منسوب کر لیتے ہیں۔

یہی حضرات کرام دوسری توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ قرآن مقدس میں حضرت ایوب کا یہ مقولہ بیان کیا ہے کہ اے میرے رب مجھے ضرر نے چھوا ہے تو اس سے وہ مرض مراد ہے جو حضرت ایوب کو لاحق تھا اور اس میں شیطان کی ایذا اور عذاب سے وہ وسوسہ مراد ہیں جو اس کی جانب سے ان پر ہجوم کرتے ہیں اور آئی ہوئی مصیبت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی ناشکر گزاری اور جزع اور فزع پر آمادہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوتے رہتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر و استقامت کے جذبات کو ٹھیس لگا کر ان کی روحانی اذیت اور تکلیف کا باعث بنتے تھے اور حضرت ایوب

کے جسمانی مرض کے مقابلے میں بہت زیادہ پریشان کن رہتے تھے۔

سوئم اور جو قرآن مقدس نے فرمایا کہ ہم نے انہیں ان کے اہل و عیال اور ان کے مثل اور عطا کئے تو اس سے محققین یہ مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی صحت کے بعد ان کے ہلاک شدہ اہل وعیال کی جگہ پہلے سے زیادہ اہل وعیال میں اضافہ کر دیا جو اہل خاندان منتشر ہو گئے تھے ان کو دوبارہ ان کے پاس جمع کر دیا یہ مقصد ہے کہ ہلاک شدگان کو بھی حیات تازہ بخش دی اور مزید عطا کر دیئے۔ محققین میں سے ابن کثیر نے حسن بصری اور قتادہ سے یہی معنی نقل کئے ہیں اور امام رازی اور ابن میان کا رجحان پہلے کی جانب ہے اور آیت میں دونوں معنی کی گنجائش ہے۔

اور پھر جو قرآن مقدس میں فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا لے پھر اس سے مار اور قسم میں جھوٹا نہ ہو تو اس میں یہ بات نکلتی ہے آخر یہ معاملہ کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے قرآن مجید اور احادیث صحیح میں تو اس کی کوئی تفصیل مذکور نہیں البتہ مفسرین یہ کہتے ہیں کہ حضرت ایوب کی ہر قسم کی بربادی کے بعد جب ان کی بیوی کے علاوہ کوئی ان کا غمگسار باقی نہ رہا اور وہ نیک بیوی ہر وقت حضرت ایوب کی تیمارداری میں مشغول اور دکھ درد کی شریک رہتی تھی۔

ایک مرتبہ اس وفادار بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام کی انتہائی تکلیف سے بے چین ہو کر کچھ ایسے کلمات کہہ دیئے جو صبر ایوبی کو ٹھیس

پہنچانے والے تھے اور خدا تعالیٰ کی جناب میں شکوہ کا پہلو لئے ہوئے تھے۔ حضرت ایوب بیماری کی حالت میں ان الفاظ کو برداشت نہ کر سکے اور قسم کھا کر فرمایا کہ میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا جب حضرت ایوب علیہ السلام کی مدت امتحان ختم ہو گئی اور وہ صحت یاب ہوئے تو قسم پوری کرنے کا سوال سامنے آیا۔ ایک جانب رفیقہ حیات کی انتہائی وفاداری، غمگساری اور حسن خدمت کا معاملہ تھا تو دوسری جانب وعدہ کو سچا اور پورا کرنے کا سوال تھا اسی بناء پر حضرت ایوب سخت تردد میں تھے۔

خدا نے ان کی نیک بیوی کی نیکی اور شوہر کے ساتھ وفاداری کا یہ صلہ دیا کہ حضرت ایوب کو حکم ہوا وہ سوتنکوں کا ایک گٹھا بنائیں اور اس سے اپنی رفیقہ حیات کو ماریں اس طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے ان واقعات سے محققین پانچواں نقطہ یہ نکالتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایوب اپنی جگہ سے اٹھو اور زمین پر ٹھوکر مارو حضرت ایوب نے ارشاد باری کی تعمیل کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک چشمہ جاری کر دیا جس میں انہوں نے غسل کیا اور جسم کا ظاہری مرض سب جاتا رہا اس کے بعد انہوں نے پھر ٹھوکر ماری، پھر دوسرا چشمہ ابل پڑا اور انہوں نے اس کا پانی پیا اور اس سے جسم کے باطنی حصے میں مرض کا جو اثر تھا اس کا بھی قلع قمع ہو گیا اور اس طرح وہ ٹھیک ہو کر خدا کا شکر بجالائے۔

اب یہاں محققین یہ اختلاف کرتے ہیں کہ چشمہ ایک تھا یا دو اس

بحث سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کے لئے صحت کا جو طریقہ اختیار فرمایا وہ فطری طریقہ ہے آج بھی ایسے معدنی چشمے اس نے کائنات انسانی کے فائدے کی خاطر ظاہر کر رکھے ہیں جن سے غسل کرنے اور ان کا پانی پینے سے بہت سے امراض کم ہوجاتے ہیں یا دور ہوجاتے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ایسے چشمے کا ظہور حضرت ایوب کے لئے ایجاد کی صورت میں ہوا۔ عام حالات میں اسباب کے تحت ہوا کرتا ہے۔

امام بخاری نقل کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی چند گڈیاں ان پر برسائیں۔ حضرت ایوب نے ان کو دیکھا تو مٹھی بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کو پکارا۔

ایوب علیہ السلام کیا ہم نے تم کو یہ سب کچھ دھن دولت دے کر غنی نہیں بنادیا پھر یہ کیا۔

حضرت ایوب نے عرض کیا پروردگار یہ صحیح اور درست ہے مگر تیری نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پرواہ ہوسکتا ہے۔

اس روایت کی تفصیل کرتے ہوئے حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں کہ امام بخاری کی اپنی روایت کے مطابق حضرت ایوب کے واقعہ سے متعلق کوئی خبر ثابت نہیں ہوسکی اس لئے صرف مذکورہ بالا روایت ہی پر انہوں نے اکتفا کیا اس لئے کہ وہ ان کی روایت کے مطابق صحیح ہے اس کے بعد

حافظ ابن حجر اپنی جانب سے فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں کوئی روایت صحت کو پہنچ سکی ہے تو وہ حضرت انسؓ کا ایک بیان ہے جس کو ابن ابی حاتم اور ابن جریج نے روایت کی ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور وہ روایت کچھ اس طرح ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام تیرہ سال تک مصائب کے امتحان میں مبتلا رہے حتیٰ کہ ان کے تمام عزیز و اقارب اور قریب و بعید کے متعارف سب ہی ان سے کنارہ البتہ اعزیٰ میں سے ان کے دو عزیز ضرور صبح اور شام ان کے پاس آتے رہے۔

ایک مرتبہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایوب نے بہت ہی بڑا گناہ کیا ہے تب ہی تو وہ اس کی پاداش میں ایسی سخت مصیبت کے اندر مبتلا ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو خدا ان پر مہربان نہ ہوجاتا ان کو شفا ہوجاتی۔

یہ بات دوسرے نے حضرت ایوب سے کہہ سنائی حضرت ایوب یہ سن کر بہت بے چین اور مضطرب ہوگئے اور خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں سربسجود ہوکر دعا گو ہوئے اس کے فوراً ہی بعد حضرت ایوب ضروریات کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی جب فارغ ہوئے اور وہاں سے علیحدہ ہوئے تو خدا کی وحی نازل ہوئی کہ زمین پر پاؤں سے ٹھوکر مارو اور جب انہوں نے ٹھوکر ماری تو پانی کا چشمہ ابل پڑا انہوں نے غسل صحت کیا اور پہلے سے زیادہ صحت مند اور تندرست نظر

آنے لگے۔

کیونکہ آپ نے علیحدگی میں جا کر غسل کیا تھا دوسری طرف آپ کی بیوی انتظار کر رہی تھی کہ حضرت ایوب تازگی اور شگفتگی کے ساتھ ان کے سامنے نظر آئے وہ قطعاً نہ پہچان سکی اور حضرتِ ایوب سے متعلق انہیں سے دریافت کرنے لگی تب آپ نے فرمایا میں ہی ایوب ہوں خدا کے فضل و کرم کا واقعہ سنایا۔

روزمرہ کے کھانے کے لئے حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس ایک گٹھڑی گیہوں کی اور ایک جو کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی دولت میں اضافہ کرنے کے لئے گیہوں کو سونے اور جو کو چاندی سے بدل دیا۔

قریب قریب اسی قسم کا واقعہ ابن حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی روایت کیا ہے اور موت مصیبت کے متعلق وہب بن منبہ تین سال بیان کرتے ہیں اور حضرت حسن سے سات سال منقول ہیں۔

یہی محققین سفر ایوب یا صحیفہ ایوب سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور اس قسم کی روایات کا ماخذ ایوب سے منقول اسرائیلی روایات ہیں اس لئے کہ اس صحیفہ میں ہی حضرت ایوب کے متعلق یہ دو باتیں خصوصیت سے درج ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ایک یہ کہ حضرت ایوب کے چند دوستوں نے ان سے کہا تھا کہ تو نے کوئی سخت گناہ کیا ہے تب ہی اس مصیبت میں مبتلا ہے، دوسری یہ

کہ حضرت ایوب نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور ان سے مناظرہ کیا، یہ مناظرہ بہت طویل ہے اور صحیفہ کے اکثر ابواب اسی کے متعلق ہیں اور جب دونوں دوستوں نے کسی طرح یقین نہ کیا تب بے چین اور مضطرب ہو کر حضرت ایوب نے خدا کی درگاہ میں دعا کی کہ ان کی صداقت ظاہر کر اور شفایاب کر دے۔

حضرت ایوب نے اپنے دوستوں کے اس الزام کو تسلیم نہیں کیا اور مناظرہ میں ان کو بتایا کہ میں بے گناہ ہوں اور یہ مصیبت خدا کی جانب سے ایک امتحان ہے اور ہم اس کی حکمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے چنانچہ خدا نے حضرت ایوب کے کلام کی تصدیق کی اور ان کے دوستوں کو قصور وار ٹھہرایا۔

اسی صحیفہ ایوب میں حضرت ایوب کے ان دوستوں کے نام بھی ظاہر کئے ہیں جنہوں نے حضرت ایوب سے مناظرہ کیا۔ محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سفر ایوب یا صحیفہ ایوب قدیم عربی زبان کی غیر غنائی شاعری کا بے نظیر شاہکار ہے اور یہ کہ دنیا کی قدیم ترین نظم سفر ایوب اور تاریخی اعتبار سے صرف رگ وید اس کا معاصر ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے جبکہ اس کی تصنیف کے زمانے سے متعلق وہ مذہب تسلیم کر لیا جائے جو رگ وید کو پندرہ سو قبل مسیح یا اس سے بھی پیچھے لے جانا چاہتا ہے۔

حضرت ایوب کے اس قصے سے محققین اور مفسرین جو بصیرتیں نکالتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔

حضرت ایوب کے واقعے میں صبر وضبط استقلال استقامت اور مصائب ابتلاء میں شکراور سپاس گزاری کے جواسرار حکمتیں موجود ہیں وہ اہل بصیرت کے لئے درس عبرت ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

اوّل بندگان خدا میں سے جس کو خدائے تعالیٰ کے ساتھ جس قدر تقرب حاصل ہوتا ہے اسی نسبت سے وہ ابتلائے مصائب کی بھٹی میں زیادہ تپایا جاتا ہےاور جب ان کے پیش آنے پر صبر واستقامت سے کام لیتا ہے تو وہی مصائب اس کے لئے درجات تقرب کی رفت اور بلندی کے سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس سلسلے میں فرمایا۔

''مصائب میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے اس کے بعد صلحا کا نمبر ہےاور پھر حسب مراتب درجات ہیں۔''

حضور اکرم ﷺ نے مزید فرمایا۔ ''انسان اپنے دین کے درجات کے مناسب آزمایا جاتا ہے پس اگراس کے دین میں پختگی اور مضبوطی ہے تو وہ مصیبت کی آزمائش میں بھی دوسروں سے زیادہ ہوگا۔''

دوئم وجوہات وعزت دولت وثروت خوشحالی رفاہیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور احسان شناسی کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے اور اگر رعونت اور انانیت کارفرما نہیں ہے تو بہت آسان ہے لیکن مصیبت اور ابتلائے رنج وحزن اور عسرت وتنگ حالی میں راضی برضا رہ کر حرف شکایت تک زبان پر نہ لانا اور صبر واستقامت کا ثبوت دینا بہت مشکل اور کھٹن ہے اس لئے جب کوئی خدا کا نیک بندہ اس زبوں حالت میں صبرو

استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر وشکر کا مسلسل اظہار کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت بھی جوش میں آجاتی ہے اور ایسے شخص پر اس کے فضل وکرم کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ غیر متوقع طور پر بے غائت درجات واکرام سے نوازا جاتا ہے اور دین ودنیا دونوں کی کامرانی کا حق دار بن جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال اس کے لئے روشن شہادت ہے۔

سوئم انسان کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہواس لئے کہ قنوطیت کفر کا شیوہ ہے اور یہ نہ سمجھے کہ مصیبت بلا محض گناہوں کی پیدائش ہی میں وجود پذیر ہوتی ہے اور صابر اور شاکر کے لئے اللہ کی آغوش رحمت وا کرتی ہیں ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

''میں اپنے بندے کے گمان سے قریب ہوں یعنی بندہ میرے متعلق جس قسم کا گمان اپنے قلب میں رکھتا ہے اس کے گمان کو پورا کر دیتا ہوں۔''

چہارم میاں بیوی کے تعلقات میں وفاداری، استقامت سب سے زیادہ محبوب شے ہے اسی لئے ایک حدیث میں شیطانی وسوسے میں سب سے زیادہ قبیح وسوسہ جو شیطان کو بہت پیارا ہے وہ میاں بیوی کے درمیان بدگمانی اور بغض وعداوت کا بیج بونا ہے اس لئے صحیح احادیث میں ہے۔

اس عورت کو جنت کی بشارت دی گئی ہے جو اپنے شوہر کے حق میں نیک وفادار ثابت ہو اور اس وفادار محبت کی قدر و قیمت اس وقت بہت زیادہ ہو جاتی ہے جب شوہر مصائب اور آلام میں گرفتار ہو اور اس کے اعزئی و اقرباء تک اس سے کنارہ کش ہو چکے ہوں۔

چنانچہ حضرت ایوب کی زوجہ نے حضرت ایوب کے زمانہ مصیبت میں جس حسن وفا اطاعت ہمدردی اور غمگساری کا ثبوت دیا اللہ تعالیٰ نے اس نیک احترام میں حضرت ایوب کی قسم کو ان کے حق میں پورا کرنے کے لئے عام احکام قسم سے جدا ایک ایسا حکم دیا جس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس نیک خاتون کی قدر و منزلت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

پنجم عیش و راحت میں تواضع شکر اور رنج و مصیبت میں ضبط و صبر دو ایسی بیش بہا نعمتیں ہیں کہ جس شخص کو یہ نصیب ہو جائیں وہ دین و دنیا میں کبھی ناکام نہیں ہوتا اور خدا کی رضا اور خوشنودی ہر حالت میں اس کی رفیق رہتی ہے۔

بہر حال صحیفہ ایوب میں ہے کہ مصیبتوں، ابتلاؤں سے نجات پانے کے بعد حضرت ایوب ایک سو چالیس سال زندہ رہ کر انتقال کر گئے۔

☆☆☆